

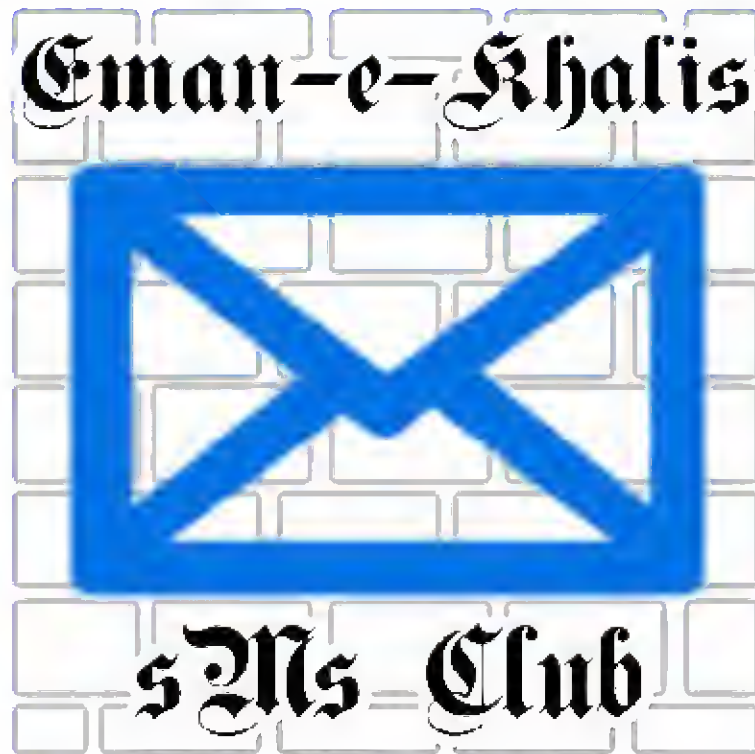
Uploaded By: Muhammad Ayaz

E . K . s M s C l u b

<http://Www.EKsMsClub.Net16.Net>

OR

<http://Www.EmaneKhalissMsClub.Comeze.Com>



**E-Mail:** [Ayaz.Net\\_WordLifeLive@Yahoo.Com](mailto:Ayaz.Net_WordLifeLive@Yahoo.Com)

**Follow Me:** <http://Www.Scribd.Com/MuslimAyaz>

**Address:** Masjid Tauheed, H Area, Punjab Road, Manzoor  
Colony, Near Mehmoodabad No. 6, Karachi, Pakistan



مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا  
تمہیں کیا ہو گیا ہے  
تمہارے نزدیک اللہ کا کوئی وقار نہیں۔



وَاتَّقُوا اللَّهَ



Uploaded By: M. Ayaz

Eman-e-Khalis sMs Club

## فہرست مضامین

صفحہ نمبر

نمبر شمار

۱۔	سحر شیطانی عمل ہے	۸
۲۔	سحر اور سحر کاری شیاطین الانس اور شیاطین الجن کی مشترکہ کارستانی ہے	۹
۳۔	شیاطین الجن والانس کا گٹھ جوڑ اور ایک دوسرے سے فوائد کا حصول	۱۲
۴۔	انسانی معاملات میں شیطانی مداخلت و سوسہ اندازی اور شکوک و شبہات ڈالنے کی حد تک ہے	۱۳
۵۔	شیطان کا بھلاوے میں ڈالنا	۱۳
۶۔	شیطان کا مخالفت کے لئے اکساؤ اور برا بھلا سمجھنا کرنا	۱۳
۷۔	رسول اور نبی کی آرزوں میں دوسوہ اندازی	۱۵
۸۔	شیطان کا فساد پھیلانا	۱۵
۹۔	مسئلہ سحر انسانوی رنگ میں۔ نام نہاد مفسرین کا کارنامہ	۱۶
۱۰۔	اللہ کے متقی بندے شیطان کی کار پروازیوں پر چونک اٹھتے ہیں	۱۷
۱۱۔	آیات و روایات کا خلاصہ۔ نہ شیطان نافع و ضار نہ ساحر و کاہن	۱۷
۱۲۔	باطل پر دو بیگنڈے پر مبنی مشن	۲۰
۱۳۔	موصوف کی توحید میں شرک کی آمیزش	۲۳
۱۴۔	نافع و ضار صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے	۲۴
۱۵۔	قرآن و حدیث کو جھٹلانے کیلئے علمیں حق و باطل کی عیار اند چال	۳۰
۱۶۔	سحر کا مفہوم	۳۱
۱۷۔	موصوف سحر کے نفسیاتی اثر اور اسکی لامحدود کرشمہ کاری کے قائل ہیں	۳۳
۱۸۔	موصوف کی لغت فہمی	۳۴
۱۹۔	سحر کے معنی مع حوالہ لغت	۳۶
۲۰۔	پردیہ فکر کے حاملین کے طرز استدلال کی خصوصیت	۳۷
۲۱۔	پردیہ اور عبد اللہ چکرائوی کی خوشہ چینی	۳۸

۲۲۔	مجتہدے اور سحر کا فرق	۳۳
۲۳۔	خود ساختہ الفاظ کے ذریعے آیات کی تحریف	۳۷
۲۴۔	موصوف کی راہ کی رکاوٹ، سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۲	۳۸
۲۵۔	موصوف اور انکے ہمنواؤں کا نظریاتی تضاد	۵۰-۵۵
۲۶۔	فتنہ کی لغوی بحث	۵۶
۲۷۔	موصوف کی طرف سے کلام اللہ کی تردید اور اصلاح!	۶۰
۲۸۔	معجزات اور "کن فیکون"	۶۲
۲۹۔	"اذن و مشیت" کے قانون کا مختصر خلاصہ	۶۵
۳۰۔	فن کارانہ تحریف اور ڈیزائن کردہ الفاظ کی مینا کاری	۶۸
۳۱۔	موسیٰ علیہ السلام سحر و شعبہ بازی کا فرق، بخوبی جانتے تھے	۷۱
۳۲۔	"صنع" اور "کیہ" کی بحث	۷۳-۷۵
۳۳۔	اللہ کے رسولؐ کے توکل پر بہتان	۸۰
۳۴۔	علم حدیث پر دست درازی!	۹۰
۳۵۔	کاندھلوی کے بل بوتے پر حدیث و علم حدیث پر طبع آزمائی	۹۰-۹۳
۳۶۔	موصوف کا حدیث پر تبصرہ، ان کا علمی شاہکار!	۹۳
۳۷۔	آیات قرآنی کی فضیلت والی روایات پر نظر عنایت	۹۹
۳۸۔	فتنہ و جال والی روایات پر بھی "کن فیکون" کا اطلاق؟	۱۰۰
۳۹۔	موصوف کی نظر میں و جال بڑا سائنسدان اور حکمران	۱۰۱
۴۰۔	خلاصہ	۱۰۲





# اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا

اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے انسان کو نہ صرف پیدا فرمایا بلکہ اس کو عقل و شعور عطا فرمایا تاکہ وہ حق و باطل میں فرق و امتیاز کر سکے، اپنے حقیقی مالک اور رب کو پہچانے اور اس کی ربوبیت میں کسی کو شریک و ساجھی نہ ٹھہرائے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے کسی تعاون اور مدد کے بغیر اکیلے ہی پیدا کیا ہے اور وہی اس کو رزق دیتا اور وہی رزق میں فراخی و تنگی کا اختیار رکھتا ہے۔ وہی بیماری میں مبتلا کرتا اور وہی شفا دیتا ہے۔ وہی نفع و نقصان پر قادر ہے، کوئی اور اس کے احکامات و فیصلوں میں مداخلت کا یارا نہیں رکھتا۔ وہ کسی کو نفع پہنچانا چاہے تو کوئی اسکے فضل کو روک نہیں سکتا اور اگر نقصان دینا چاہے تو کوئی نہیں جو اس نقصان کو ٹال سکے، یہ ایسی حقیقت ہے جسے انسان بغیر کسی کدو کاوش کے بآسانی پاسکتا ہے۔ خارجی نشانیوں کا تو کہنا ہی کیا خود اس کی اپنی ذات میں اس ابدی حقیقت کو پالینے کی ان گنت نشانیاں موجود ہیں جو عقل و دانش کی مقتضیات میں شامل ہیں۔ لیکن شومی قسمت کہ انسان اپنے انہی دشمن شیطان لعین کے ہاتھوں زیر ہو کر صراطِ مستقیم اور راہِ حق سے بھٹک کر شیطان کے دکھائے ہوئے چبچ و پیچ مگر بظاہر خوشنما راستے پر چل پڑا اور بالآخر گمراہی و ضلالت کے عمیق گڑھے میں جاگرا اور اب اسکو وہاں سے نکالنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ بزعم خویش یہ ”حق کے علمبردار“، ”دین کے نگہبان“ اور ”مذہبی پیشوا“ دراصل شیطان کے لہجٹ ہیں اور اس راہِ حق کی سب سے بڑی رکاوٹ۔ چنانچہ فرمایا:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن كَيْدَ الْإِبْرَاهِيمَ الْهَبَانِ لِيَاكُونَ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ

وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ (التوبة ۳۳)

”اے ایماندارو! ان مولویوں اور پیروں میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو لوگوں کا مال ناحق

کھاتے اور ان کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں“

غور فرمائیے، یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے گمراہی کو اسلام کے خوشنما لبادے میں پیش کیا ہے۔ مثال کے طور پر دیکھئے کہ انہوں نے کس ہوشیاری سے تعویذ گنڈے کے کاروبار کو فروغ دیا ہے۔ نبی علیہ السلام کے ان فرامین کے باوجود کہ ان الرقی والتماثم والتتولہ شرک (یعنی (مشرکانہ) دم اور تعویذات اور تولہ شرک ہیں) اور من تعلق تسمیۃ فقد اشترک (یعنی جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا) انہوں نے اللہ اور رسول کے احکامات کے مقابلے میں تعویذ گنڈے کے شرکانہ فعل کو اسلامی رنگ دینے کے لئے ”شرعی یا قرآنی“ تعویذ کی اصطلاح اختراع کی اور اس گھٹاؤنے، مشرکانہ اور حرام کاروبار کے لئے جواز فراہم کر لیا، یہ شیاطین الناس احبار و رہبان (مولوی اور پیر) یہ کارنامہ سرانجام دے کر سورۃ توبہ کی درج بالا آیت کے مصداق بن گئے۔ چنانچہ اب انسان کا اپنے رب پر توکل ہونے کی بجائے ان تعویذ گنڈوں پر یقین اور بھروسہ ہو گیا کہ یہی نفع و نقصان دیتے ہیں، بیماری سے شفا، بے اولاد کو اولاد اور کاروبار میں برکت کا ذریعہ ہیں۔ پھر ہر قسم کا تعویذ ان تعویذ گروں کے پاس دستیاب ہے۔ ان تعویذات و عملیات کے متعلق یہ بھی مشہور کیا گیا ہے کہ یہ روحانی علم ہے جو شیطانی عملیات یعنی سحر اور سحرکاری کا لہجہ البدل ہے؛ چنانچہ یہ نام نہاد روحانی عامل اپنے آپکو ”روحانی علم“ کا حامل جتاتے ہیں حالانکہ اس نوع کے کسی علم کی قرآن و حدیث میں کوئی دلیل نہیں ملتی۔ اس کے برعکس قرآن و حدیث کے مطابق سحر اور سحرکاری شیطانی عمل ہے اور بلاشبہ کفر و شرک ہے۔ اب ایک طرف تو یہ ”روحانی علوم“ کے حاملین اس کے ذریعے ہر کام بنانے کے دعویدار ہیں تو دوسری طرف سحر اور سحرکاری پر یقین اور بھروسہ رکھنے والے اس کے ذریعے ہر نوع کا کام بجالانے کا دعویٰ کرتے ہیں جبکہ قرآن و حدیث کا معمولی علم رکھنے والا بھی ان ہر دو قسم کے دعووں کی بے وقعتی سے پوری طرح واقف ہے۔ قرآن و حدیث کی رو سے کسی قسم کے روحانی علم کا کوئی وجود نہیں، البتہ قرآن و حدیث میں سحر کا ذکر آیا ہے مگر یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ سحر اور سحرکاری محض فریب نظر ہے، اس کا اثر باذن اللہ فقط نفسیاتی و تخیلاتی حد تک ہوتا ہے اور حقیقت نفس الامر پر اس کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا، بالفاظ دیگر اس سے لمحہ بھر کیلئے بھی حقیقت میں کوئی تغیر و تبدل واقع نہیں ہوتا۔

اب یہ امر قابل غور ہے کہ ایک طرف تو سحر اور سحر کاری پر بھروسہ رکھنے والے ہیں جو اس کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں، مبالغہ آرائی میں حدود سے تجاوز کرتے ہیں اور قرآن وحدیث سے صرف نظر کرتے ہوئے اس شیطانی عمل سے مرعوبیت اور خوف و ہراس کا شکار ہیں، اس مشرکانہ فعل کے کرنے اور کرانے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے جبکہ قرآن وحدیث نے اس کی شیطانی حیثیت کو پوری طرح واضح کر دیا ہے، تو دوسری طرف ایسے لوگ بھی ہیں جو رد عمل کی نفسیات کا بری طرح شکار ہیں۔ قرآن وحدیث میں کئی جگہ سحر کے ذکر کے باوجود سرے سے اس کے وجود ہی کے انکار ہی ہیں اور اپنی اس ذہنی اُتچ میں اس حد تک چلے جاتے ہیں کہ آیات قرآنی کی تحریف اور اس کے انکار پر انکار کی روش اپناتے ہیں۔ اس کی تفصیل تو انشاء اللہ آئندہ سطور میں آئے گی لیکن یہاں یہ بات سمجھ لی جائے کہ قرآن وحدیث کے ماننے کے وعید اور کسی بھی مسلک وفرقہ سے وابستہ ہوں ان میں ایسا تو کوئی بھی نہ ہوگا جو یہ کہتا ہو کہ میں فلاں آیت کو نہیں مانتا، البتہ ان کا انکار کچھ اس نوعیت کا ہوتا ہے کہ آیات قرآنی کو اپنی مخصوص ذہنیت کا جامہ پہنانے لگتے ہیں تاکہ اس سے اپنی غرض باطل کا مفہوم برآمد کر سکیں اور اس کوشش میں یہ دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے کہ قرآن نازل کرنے والے کا آخر ان الفاظ کے نازل کرنے کا کچھ مقصد تو ضرور ہے۔ اس طرح قرآنی آیات کے معنوی انکار کے مرتکب ہو کر یہ لوگ منکرین کی صف میں شامل ہو جاتے ہیں۔ قرآن کے الفاظ پر ایمان کا دعویٰ اور پھر اس کے معنی کا انکار، یہ آیات قرآنی کی تکذیب کی بدترین اور گمراہ کن شکل ہے اور ایسے لوگوں کیلئے سخت وعید سنائی گئی ہے، چنانچہ فرمایا:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا ذُكِّرُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (البقرہ ۳۹)

”اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ آگ میں جانے والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ

رہیں گے“

دوسری جگہ میں فرمایا:-

إِنَّ الَّذِينَ يَلْعَنُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يُخَفُّونَ عَلَيْنَا اَفْمن يلقى في النار خير امن ياتي امنا يوم القيمة

(حم سجدہ ۳۰)

”جو لوگ ہماری آیات کو لے کر معنی پہناتے ہیں وہ ہم سے کچھ چھپے ہوئے نہیں، تو کیا وہ

شخص بہتر ہے جو آگ میں جھونکا جائے یا وہ جو قیامت کے دن بحالت امن حاضر ہو“

اب اگر اس روش پر انہیں فہمائش کی جائے تو تسلیم حق کی بجائے ہٹ دھرمی کے ساتھ نام نہاد تفاسیر کی عبارات اور حوالہ جات کو اپنے مسلک وموقف کے دفاع کا ذریعہ بنانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں، افسوس صد افسوس! ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ کلام ربانی جو بلاشبہ منبع رشد و ہدایت ہے اس پر بعینہ ایمان لاکر عقیدہ وعمل کی بنیاد استوار کریں لیکن اس کے بجائے یہ تو تفسیری موشگافیوں کے سمندر میں غوطہ زنی کر کے دُر نایاب برآمد کرنے میں لگ گئے! عقل سلیم اور حقیقی ذہن رکھنے والا طالب علم خوب واقف ہے کہ ان ماہر مفسرین کی اکثریت نے کیا کیا گل کھلائے ہیں، لا ماشاء اللہ! ان موشگافیوں کے نتیجہ میں اللہ کا سچا دین بس ایک معتمہ ہی بن کر رہ گیا ہے۔ سیدھی سادھی زبان میں مختصر مگر جامع کلام ربانی کو سیکڑوں جلدوں کی تفاسیر میں منتقل کر دیا گیا ہے جن سے ہر مذہب ومسلک کا حامل شخص اپنے لئے تائیدی مواد حاصل کر سکتا ہے۔ قرآن کا انداز بیان تو ایسا جامع اور سادہ ہے کہ عرب کی اُنی قوم نے اس کی ایک ایک بات کو سمجھا اور یہ دعوت ان کے باطل عقائد ونظریات پر گویا بجلی بن کر گری اور جنہوں نے اس سے ہدایت و رہنمائی حاصل کی ان کی سیرت و اخلاق میں چار چاند لگ گئے اور تاریخ انسانی کے گوہر نایاب بن گئے! مگر آج کے ماہرین فارغ التحصیل جو علم و آگہی کے گویا ”مینار“ ہیں اور جنہوں نے اس کی گتھیوں کو سلجھانے میں بزعم خویش اپنی عمریں لگا دیں اور کوئی ان میں شیخ القرآن ہے تو کوئی مفسر ومفکر، لیکن قرآن کی مرکزی دعوت سے یہ قطعاً نا آشنا ہیں۔ انکی تفاسیر عجائبات کا ڈھیر معلوم ہوتی ہیں جن میں غلط وصحیح کے معیار سے بے نیاز ہو کر روایات کا انبار لگا دیا گیا ہے اور ایک ایک آیت کی تفسیر کے لئے بے شمار متضاد ومتضادم اقوال وآراء جمع کر دی گئی ہیں جن میں منطق وفلسفہ کی بھرمار ہے۔ انتہا تو یہ ہے کہ آیات ربانی نے جن مشرکانہ نظریات کی جڑ کاٹ کر رکھ دی تھی ان مفکرین ومفسرین نے ان مشرکانہ عقائد کو پھر سے پروان چڑھانے کے لئے خوب زمین ہموار کر دی ہے! العیاذ باللہ۔ الغرض ان نام نہاد مفکرین ومفسرین میں سے ہر ایک نے اپنے ذوق اور عقیدہ و انداز کے مطابق طبع آزمائی کی ہے۔ چنانچہ اب ہر ایک کو اپنے



مسک و مطلب اور مفاد کے مطابق ان تفاسیر میں تیار شدہ مواد میسر ہے جس کو وہ اپنے ذہن کی ”زر خیزی“ سے دوچند کر کے پیش کر دیتا ہے۔

اب یہ حنبلہ جدیدہ بھی اسی شاہراہ پر گامزن ہیں، انہوں نے بھی اس معاملے میں یہی طرز عمل اپنایا ہوا ہے۔ مسئلہ سحر پر تفسیری عبارات اور ان کے حوالہ جات پیش کر کے اپنے باطل و گمراہ کن موقف کو ثابت کر نیکی ناکام و نامراد کوشش میں حدود سے تجاوز کر کے قرآنی آیات و فرامین کی تکذیب کی بے باکانہ روش اختیار کئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ سورۃ بقرہ آیت ۱۰۲ کو اپنے باطل اور بے بنیاد موقف کے سانچے میں ڈھالنے کی غرض سے اس کے الفاظ میں لٹکانہ اور شیطانی انداز میں بہیر پھیر اور معنی میں گمراہ کن تاویل کی گئی ہے جو ایسی سفیانہ و جاہلانہ ہے کہ نہ تو قرآن کے سیاق و سباق اور موضوع کے ربط و تسلسل سے ہم آہنگ ہے اور نہ ہی قرآن کی دیگر آیات سے اسکی تائید ہوتی ہے۔ اور اس مضمون سے متعلق دیگر آیات کے ساتھ بھی انہوں نے بعینہ یہی رویہ اختیار کیا ہے۔ اس کے تفصیلی جائزے سے قبل مناسب ہوگا کہ مسئلہ سحر کے متعلق قرآن و حدیث کے حوالے سے چند معروضات پیش کر دی جائیں جو اس معاملہ میں اصولی اور بنیادی اہمیت کی حامل ہیں اور جو اس بحث کے سمجھنے میں مددگار ثابت ہوں گی۔

## سحر (جادو) شیطانی عمل اور کفر و شرک ہے

اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاتَّبِعُوا مَا تُلُوا الشَّيْطَانِ عَلَىٰ مَلَكٍ سَلِيمٍ وَمَا كَفَرَ سَلِيمٌ وَلَكِنَّ الشَّيْطَانِ كَفَرٌ  
يَعْلَمُونَ النَّاسَ السَّحَرَ (البقرہ ۱۰۲)

”اور وہ ان چیزوں کی پیروی کرنے لگے جو شیاطین سلیمین کی سلطنت کا نام لیکر پڑھا کرتے تھے حالانکہ سلیمین نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین کفر کیا کرتے تھے کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے“

سحر کے بارے میں نبی علیہ السلام نے فرمایا:

مَنْ عَقَدَ عَقْدَةً ثُمَّ نَفَثَ فِيهَا فَقَدْ سَحَرَهُ وَمَنْ سَحَرَ فَقَدْ أَشْرَكَ وَمَنْ عَلَّقَ شَيْئاً

وَكُلُّ إِلَهٍ (سفر نساہی)

”جس نے گرہ لگائی اور اس میں بھونک ماری اس نے سحر کیا اور جس نے سحر کیا اس نے شرک کیا اور جس نے کچھ لٹکایا وہ اسی کے حوالے کر دیا گیا“

درج بالا آیت قرآنی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے درج ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں:

- ۱۔ سحر شیطانی عمل ہے اور کفر و شرک ہے۔
- ۲۔ سحر پڑھنے، پھونکنے یا دم کرنے والا عمل ہے۔
- ۳۔ انسانوں اور جنوں میں سحر سیکھنے اور سکھانے والے اور سحرکاری کرنے اور کرانے والے جن و انس کے شیطانی گروہ میں شامل ہیں۔

سحر اور سحرکاری شیاطین الانس اور شیاطین الجن کی مشترکہ کارستانی ہے قرآن و حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ساحروں کو سحرکاری کے لئے شیاطین الجن کی معاونت حاصل ہوتی ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اپنے مشن کے لحاظ سے کاہن و ساحر ایک ہی قبیل سے تعلق رکھتے ہیں اور شیاطین الجن کا ان سے ربط و تعلق رہتا ہے۔ اس سلسلہ میں پہلے قرآن کی آیات ملاحظہ ہوں:-

هَلْ أَنتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ مُّنتَهُونَ أَمْ لَكُمْ إِلَٰهَةٌ غَيْرُ اللَّهِ يَكْفُرُ الْكَاذِبُونَ (الشعراء ۲۲۱ تا ۲۲۲)

”کیا میں تمہیں بتاؤں کہ کن لوگوں پر شیاطین اترتے ہیں۔ ہر جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں، سنی ہوئی بات کان میں ڈالتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہیں“  
إِنَّا زَيْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا..... فَاتَّبَعَهُ شُهَابٌ ثَاقِبٌ (الأنعام ۱۰ تا ۱۱)

”ہم نے آسمان دنیا کو تاروں کی زینت سے آراستہ کر دیا ہے اور ہر سرکش شیطان سے اسے محفوظ کر دیا ہے۔ عالم بالا کی باتیں سننے کے لئے وہ کان بھی نہیں لگا سکتے، ہر طرف سے ان پر شعلہ باری کی جاتی ہے انہیں مار بھگانے کیلئے اور ان کے لئے عذاب عذاب ہے۔ تاہم اگر ان

میں سے کوئی بات انچک لے تو فوراً ہی ایک تیز شعلہ اس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔

ولقد جعلنا فی السماء بروجاً.... فاتبعہ شہاب مبین (الحجر ۱۷ تا ۱۸)

”ہم نے آسمان میں مضبوط قلعے بنائے اور ان کو دیکھنے والوں کیلئے آراستہ کر دیا اور ہر شیطان مردود سے اسے محفوظ کر دیا، سوائے اسکے کہ کوئی کچھ سن گن لے لے تو ایک روشن شعلہ اسکے پیچھے لگ جاتا ہے۔“

یہاں صرف چند آیات پیش کی گئی ہیں۔ قرآن میں متعدد مقامات پر اسی بات کو بیان کیا گیا ہے۔ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ شیاطین عالم بالا کے فیصلوں کی سن گن لینے کے لئے اوپر جاتے ہیں تو شہاب ثاقب ان کا پیچھا کرتے ہیں۔ پھر شیاطین الجن کچھ سنی ہوئی بات شیاطین الانس (ساحر و کاہن) کے کانوں میں ڈال دیتے ہیں۔ ان آیات کی تشریح و تفسیر کے لئے کچھ احادیث ملاحظہ کیجیے۔

۱۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کسی بات کا فیصلہ فرماتے ہیں تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر ہیبت اور عاجزی سے اپنے بازو جھکائے ہوئے پھر پھڑکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد انھیں اس طرح سنائی دیتا ہے جیسے چکنے پتھر پر زنجیر لگنے سے آواز پیدا ہوتی ہے۔ پھر ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو وہ آپس میں پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا کہا۔ وہ کہتے ہیں کہ حق بات کا حکم فرمایا ہے اور وہ واقعی علو مرتبت اور بلند شان والا ہے۔ پھر ان کی گفتگو چوری چھپے سننے والے شیطان سن کر لے بھل گئے ہیں۔ یہ شیطان آسمان کے نیچے اس طرح اوپر نیچے ہوتے ہیں (راوی سفیان نے اس موقع پر ہتھیلی کے ذریعے پہلے اسے جھکا کر پھر پھیلا کر شیاطین کے اجتماع کی کیفیت بتائی) الغرض وہ شیاطین کوئی ایک کلمہ سن لیتے ہیں اور اپنے سے نیچے والے کو بتاتے ہیں یہاں تک کہ وہ کلمہ ساحر یا کاہن تک پہنچتا ہے۔ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ اس سے قبل کہ وہ شیطان یہ کلمہ اپنے سے نیچے والے کو بتائے شہاب ثاقب اسے آلیتا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شہاب ثاقب کے اُس پر پڑنے سے پہلے وہ اس کو بتا دیتا ہے، پھر کاہن اُس میں سو جھوٹ ملا کر لوگوں سے بیان کرتا ہے (ایک بات اس میں سے صحیح ہو جاتی ہے تو اُن کے معتقدین کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ کیا

اس طرح ہم سے فلاں دن فلاں کاہن نے نہیں کہا تھا۔ اس کلمہ کی وجہ سے جو آسمان سے شیاطین نے سنا تھا کاہنوں اور ساحروں کی لوگ تصدیق کرنے لگتے ہیں۔ (صحیح بخاری۔ کتاب التفسیر۔ سورۃ الحجر)

۲۔ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کو فرماتے سنا: آپ نے فرمایا کہ ملائکہ عنان میں اترتے ہیں اور عنان سے مراد بادل ہے۔ پھر ان امور کا تذکرہ کرتے ہیں جن کا فیصلہ آسمان (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ) میں ہو چکا ہوتا ہے اور یہیں سے شیاطین کچھ چوری چھپے سن لیتے ہیں، پھر کاہنوں کو جا کر بتاتے ہیں۔ اور پھر یہ کاہن اپنی طرف سے سو جھوٹ ملا کر اسکو بیان کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری۔ کتاب بدء الخلق)

۳۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کاہنوں کے بارے میں دریافت کیا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ”وہ کچھ نہیں“ (یعنی ناقابل اعتبار ہیں)۔ لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ بعض اوقات وہ ہمیں ایسی چیزیں بتاتے ہیں جو صحیح ہو جاتی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ یہ کلمہ حق ہوتا ہے جسے وہ جن سے حاصل کرتا ہے اور اپنے ساتھی (کاہن) کے کان میں ڈال دیتا ہے پھر وہ اس میں سو جھوٹ ملا کر بیان کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الطب)

ان آیات اور احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ساحر کی ساحری اور کاہن کی کھانت شیاطین الجن والانس کے باہمی ربط و معاونت ہی کا نتیجہ ہے۔ آگے بڑھنے سے پہلے ذرا اس پہلو پر بھی غور کر لیں کہ شیاطین الجن کے عالم بالا سے کچھ سن گن لینے کی بات اگر صرف احادیث ہی میں ہوتی (اور قرآن میں اس کا ذکر نہ ہوتا) تو یہ منکرین صحیح روایات میں بیان کردہ واقعات کو مافوق الاسباب قرار دے کر ان کی تردید و مخالفت کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے۔ البتہ یہاں یہ وضاحت کرنا بھی ضروری ہے کہ سورہ جن (آیت ۹۰۸) سے پتہ چلتا ہے کہ نبی علیہ السلام کی بعثت کے وقت آسمان دنیا کی حفاظت و نگرانی سخت کردی گئی تھی اور شیاطین کے لئے وہاں پہنچنا اور کچھ سن گن لینا ناممکن بنا دیا گیا تھا۔ متعدد روایات سے پتہ چلتا ہے اور بخاری کی درج بالا روایات اس امر کی تائید کرتی ہیں کہ عام قانون شیاطین کی چھوٹ و مہلت کا وہی ہے جو قرآن و احادیث میں بیان



کیا گیا ہے، البتہ یہ ایک خصوصی انتظام ہے جو نزول وحی کے دوران نافذ العمل رہا تاکہ شیاطین الجن والانس کی وحی الہی میں خلط ملط کرنے کی کوشش ناکام ہو جائے۔ اور بنی نوع انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے نازل ہونے والی وحی کی پوری طرح حفاظت ہو۔

الغرض ان آیات و روایات سے یہ بات پوری طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ شیاطین کی یہ کارپردازی محض جزوقتی اور محدود ہے، لامحدود نہیں، اور اللہ کی مشیت کے تحت انبیاء کے دور میں ان پر کسی حد تک قدغن لگائی گئی ہے۔ یوں تو شیطان ہر انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے لیکن اوپر کی تفصیل سے اس بات کی بھی نشاندہی ہوتی ہے کہ شیاطین الانس کا شیاطین الجن کے ساتھ خصوصی نوعیت کا گہرا ربط و تعلق ہے جو ان کی گمراہی کی کوششوں اور کادشوں میں مددگار رہا ہے۔ مزید برآں قرآن سے اس مسئلہ کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ وہ باہم ایک دوسرے کو استعمال کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے فوائد کے حصول کا ذریعہ بھی بنتے ہیں۔ ان کے اس باہمی گٹھ جوڑ کے بارے میں قرآنی آیات ملاحظہ ہوں:

### شیاطین الجن والانس کا باہمی گٹھ جوڑ اور ایک دوسرے سے فوائد کا حصول

دیوم یعشرهم جميعاً یعضر الجن قد استکثرتم ..... الخ (الانعام ۱۱۸)

”اور جس روز وہ ان سب (جن وانس) کو گھیر کر جمع کرے گا (اور ان سے فرمائے گا) ”اے گروہ جنات! تم نے تو انسانوں سے خوب فائدے اٹھائے۔“ تو انسانوں میں سے جو ان کے دوست تھے کہیں گے کہ ”اے ہمارے رب ہم ایک دوسرے سے فائدے اٹھاتے رہے۔“

اس آیت میں شیاطین جن وانس کے گٹھ جوڑ اور ایک دوسرے سے فائدے اٹھانے کا بین ثبوت موجود ہے اور ظاہر ہے کہ اس میں سحرکاری اور کمانت بھی شامل ہیں۔ اسی سلسلے میں ان کے اپنے اپنے مشن کی کارپردازیوں اور بنی نوع انسان کو گمراہ کرنے کے لئے ریشہ و دانیوں اور نبیؐ کی دعوت میں روڑے اٹکانے کیلئے جو انکا باہمی ربط و تعلق رہتا ہے اسکے ثبوت میں قرآن کی متعدد آیات میں سے چند یہاں پیش کی جاتی ہیں:-

و کذالک جعلنا لكل نبی عدواً شیطین الانس والجن یوحی بعضهم الی بعض

ذخرف القول غرورا... الخ (الانعام ۱۱۷)

”اور ہم نے اسی طرح ہمیشہ شیاطین الانس اور شیاطین الجن کو ہر نبی کا دشمن بنایا ہے۔ وہ

(شیاطین) دھوکہ دینے کے لئے ایک دوسرے پر طمع کی ہوئی باتیں القاء کرتے رہتے ہیں“

وان الشیطین لیوحون الی اولیائهم لیجادلوکم... الخ (الانعام ۱۱۸)

”اور شیاطین اپنے دوستوں پر وحی (القاء) کرتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں“

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ شیاطین جن وانس نبیؐ کے مشن کے دشمن ہیں (کیونکہ بنی نوع انسان کو راستہ سے بھٹکانا ان دونوں کا مشترکہ مشن ہے) چنانچہ یہ اسکو ناکام بنانے کیلئے سرگرم ہیں اور باہم ایک دوسرے سے ربط و تعلق میں پوری طرح جڑے ہوئے ہیں، ایک دوسرے پر وحی والقاء کرتے رہتے ہیں۔ یہ انسانی معاملات میں مداخلت کی واضح دلیل ہے۔ گزشتہ سطور میں پیش کی گئی آیات اور احادیث کی روشنی میں یہ امر واضح ہو گیا کہ سحر و ساحری شیاطین الانس والجن کی کوششوں اور انکے باہمی ربط کا نتیجہ ہے اور اس معاملہ میں ان کو ایک دوسرے کی معاونت پوری طرح حاصل ہے۔ قرآن نے سحر کا اسی انداز میں یعنی شیطانی عمل کی حیثیت سے ذکر کیا ہے، ساتھ ہی اسکے اثر باذن اللہ کا بھی ذکر ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے چھوٹ اور مہلت کے اس قانون سے یہ نتیجہ اخذ کرنا سراسر حماقت ہوگی کہ شیاطین الجن والانس کو اللہ نے بے پناہ طاقت اور لامحدود اختیار دیدئے ہیں کہ وہ جب چاہیں اور جس طرح چاہیں انسان کو نقصان پہنچائیں یا اللہ کے کارخانہ قدرت میں مداخلت کریں! قرآن وحدیث میں تو ہر جگہ محدود چھوٹ و مہلت ہی کا ذکر ہے۔

### انسانی معاملات میں شیطانی مداخلت و سوسہ اندازی

اور شکوک و شبہات ڈالنے کی حد تک ہے

شیطانی دسوسہ اندازی ایک تخیلاتی عمل ہے اور یہ مختلف انداز میں ہوتی ہے: سہو و نسیان کی شکل میں، باطل ترغیبات (فتنہ و فساد کے لئے اکساہٹ) کی شکل میں، باطل



کو حق سے لڑانے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرانے کے لئے۔ لیکن یہ سب کچھ تحقیقاتی حد تک ہوتا ہے اور وہ بھی وقتی اور محدود۔ اب ان مختلف پہلوؤں پر کچھ آیات بطور نمونہ ملاحظہ کیجئے:-

### شیطان کا بھلاوے میں ڈالنا

واما ينسيتك الشيطان فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين (الانعام ۶۸)

”اگر کبھی شیطان تمہیں بھلاوے میں ڈالے تو یاد آنے پر ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھو“  
صاف ظاہر ہے کہ شیطان بھلا بھی دیتا ہے لیکن آیت واضح کر رہی ہے کہ یہ بھلاوہ عارضی یا جزوقتی ہوتا ہے۔ بھلاوے میں ڈالنے کے بارے میں مزید آیات ملاحظہ ہوں:-

وقال للذي ظن انه ناجٍ منهما اذكرني عند ربك فانساه الشيطان... الخ (يوسف ۳۲)

”اور دونوں میں سے جس شخص کے متعلق (یوسفؑ کا) خیال تھا کہ وہ بہائی پابندے گا اس سے کہا کہ اپنے آقا سے میرا ذکر بھی کرنا، لیکن شیطان نے اسے اپنے آقا سے ان کا ذکر کرنا بھلادیا اور یوسفؑ کئی سال قید خانے ہی میں رہے“

موسیٰ علیہ السلام سے ان کے مجمع البحرین کے سفر کے ساتھی (یوشع بن نون) نے ان کو بتایا:

فاني نسيت العورت وما انسانيه الا الشيطان ان اذكره (الكهف ۱۳)

”جب ہم نے پتھر کے پاس آرام کیا تھا تو میں بچھلی (وہیں) بھول گیا۔ اور مجھے (آپ سے)

اس کا ذکر کرنا شیطان ہی نے بھلادیا“

اللہ تعالیٰ منافقین کے بارے میں فرماتا ہے:

استعوذ عليهم الشيطان فانسهم ذكر الله... الخ (المجادله ۱۶)

”شیطان ان پر مسلط ہو گیا ہے اور ان کے دل سے اللہ کی یاد بھلادی ہے۔ یہ

(جماعت) شیطان کا لشکر ہے اور یاد رکھو کہ شیطان کا لشکر ہی نقصان اٹھائیالا ہے“

### شیطان کا مخالفت کے لئے اکسانا اور برا نگینہ کرنا

الم تر انا ارسلنا الشيطان على الكافرين توءموا ازا (مریم ۸۳)

”کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے کافروں پر شیطانوں کو چھوڑ رکھا ہے جو انھیں (مخالفت پر) خوب خوب اکسارہے ہیں“

### رسولؐ اور نبیؑ کی آرزوں میں وسوسہ اندازی

وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنى القی الشیطان فی امیته... الخ (الحج ۵۲، ۵۳)

”اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول اور نہ کوئی نبی ایسا بھیجا ہے (جسکے ساتھ یہ نہ ہو) کہ جب بھی اسے تمنا کی شیطان اسکی تمنا میں خلل انداز (وسوسہ انداز) ہو گیا۔ پھر شیطان جو وسوسہ ڈالتا ہے اللہ اسے دور کر دیتا ہے، پھر اپنی آیتوں کو پختہ کر دیتا ہے اور اللہ علیم و حکیم ہے۔ (اور یہ اسلئے ہوتا ہے) تاکہ شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسہ کو ان لوگوں کیلئے نقد یا آزمائش بنائے جسکے دلوں میں منافقت کا روگ ہے اور جن کے دل (مخالفت حق میں) سخت ہیں۔ بیشک یہ ظالم مخالفت میں بہت دور نکل گئے ہیں“

ان آیات پر غور کرنے سے شیطان کی وسوسہ اندازی اور معاملات میں مداخلت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی اسکی غرض و غایت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ مشیت ہے کہ اس آزمائش کے ذریعہ ایمانداروں کا ایمان پختہ تر ہو جائے اور منافقوں کا نفاق کھل کر سامنے آجائے، ایک طرف تو منصوبہ الہی کے تحت شیطانوں کو چھوٹ دی گئی، پھر اس کی حد بندی بھی کر دی گئی اور پھر عارضی و جزوقتی اثر کے بعد وسوسہ اندازی کو بے اثر کر دیا گیا۔ ان آیات کی روشنی میں شیاطین الانس والجن کو انسانی معاملات میں مداخلت کی چھوٹ اور ان کی کارپردازیوں کا جامع نقشہ ہمارے سامنے آ جاتا ہے اور ساتھ ہی منصوبہ ربانی کی عظیم حکمت بھی واضح ہو جاتی ہے اور کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

### شیطان کا فساد پھیلانا

ان الشیطان یفزع بینہم... (بنی اسرائیل ۵۳)

”در اصل شیطان ان کے درمیان فساد ڈالتا ہے“  
 موسیٰ علیہ السلام نبوت سے قبل ایک قبیلے کو اُس کے ظلم سے روکتے ہوئے مکا  
 مارے ہیں، اس کا کام تمام ہو جاتا ہے تو آپؑ اس کو شیطانی عمل قرار دیتے ہیں۔ آیت  
 ملاحظہ ہو:

فَوَكَزَهُ مُوسَى فَقَضَىٰ عَلَيْهِ قَالَ هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ (القصص ۱۵)

”تو موسیٰ نے اس کو مکا مارا اور اس کا کام تمام کر دیا۔ کہا یہ تو شیطانی عمل ہے۔“  
 یہاں بطور نمونہ مختلف نوع کی شیطانی وسوسہ اندازیوں اور ان کے اثرات کا اجمالی  
 خاکہ پیش کیا گیا ہے ورنہ انسانی معاملات میں شیطانی مداخلت اور کارپردازی بے شمار  
 قرآنی آیات و احادیث میں بیان کی گئی ہے۔ لیکن شیطان کی ان کارپردازیوں کا بودا پن  
 اور وقتی و عارضی اثر بھی جگہ جگہ بیان کر دیا گیا ہے، چنانچہ درج ذیل آیت اس کو  
 صراحت سے بیان کرتی ہے، فرمایا:

ان كِيدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا (النساء ۷۶)

”فی الحقیقت شیطان کی چال کمزور ہوتی ہے۔“

اس آیت سے واضح ہو گیا کہ شیطان کا حربہ بودا اور کمزور ہوتا ہے۔ بلاشبہ  
 سحر و ساحری بھی شیطانی حربہ ہے اور اس کا اثر (بإذن اللہ) درج بالا آیات اور روایات کی  
 روشنی میں محض تخیلاتی یا نفسیاتی ثابت ہوتا ہے اور یہ اثر محض عارضی اور وقتی ہوتا ہے  
 نہ کہ مستقل و دیرپا۔ اس طرح اُن تمام باطل اور گمراہ کن تصورات کی جڑ کٹ جاتی ہے کہ  
 اللہ تعالیٰ نے شیاطین الجن والانس کو خواہ وہ ساحر ہوں یا کاهن لا محدود چھوٹ و اختیارات  
 سے نوازا دیا ہے کہ وہ بنی نوع انسان کو جب اور جس طرح چاہیں تختہ مشق بنائیں!  
 العیاذ باللہ۔

در اصل یہ ان نام نہاد مفسرین ہی کا کارنامہ ہے جنہوں نے موضوع روایات  
 اور من گھڑت اقوال کے سہارے آیات سحر کی تشریح کے بہانے اس مسئلہ کو ایسا  
 افسانوی رنگ دیا ہے کہ کہیں تو سحر کے ذریعہ کوئی ہوا میں اُڑ رہا ہے اور کہیں انسان  
 کو گدھا اور گدھے کو انسان بنایا جا رہا ہے! ان خرافات کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک گروہ کثیر تو

باطل عقائد اپنا کفر و شرک کے گڑھے میں جاگرا تو دوسری طرف پرویزی و معتزلی  
 رجحانات کے حاملین آزاد فکر لوگوں کو موقعہ ملا اور انہوں نے انہی خرافات کو بنیاد بنا کر اپنا  
 مشن پورا کیا، نہ صرف احادیث پر لوگوں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی بلکہ احادیث سے  
 استنباط برگشتہ کر دیا کہ صحیح احادیث کے انکار کا مقصد حاصل کرنے کیلئے آیات قرآنی کی  
 تحریف کا راستہ کھول دیا۔ الحمد للہ، قرآن نے ان باطل نظریات کی بیخ کنی کرتے ہوئے نہ  
 صرف یہ کہ شیطانی حربوں کے اثرات کو محدود اور عارضی ثابت کیا بلکہ ان کے ذکر  
 کرنے کے ساتھ اُن کی حکمت بھی بتادی کہ یہ منافقوں کو چھانٹنے اور مومنوں کے ایمان  
 کو پختہ تر کرنے کا سبب بنتا ہے۔ اللہ کے متقی بندے شیطان کی کارپردازیوں پر چونک  
 اٹھتے ہیں اور شیطانی حربوں سے مدافعت کیلئے احتیاطی تدابیر اختیار کر لیتے ہیں، چنانچہ فرمایا:

ان الذین اتقوا اذا مسهم طائف من الشیطن تذکروا فاذا هم مبصرون (الاعراف ۲۰)

”فی الحقیقت جو لوگ متقی ہیں ان کو شیطانی وسوسے سے کوئی برا خیال چھو بھی جاتا ہے تو وہ  
 چمکنے ہو جاتے ہیں۔“

اس آیت سے اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا منصوبے اور حکمت کی مزید وضاحت  
 ہو گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کی کارگذاری کا اثر اللہ کے مخلص بندوں پر مستقل  
 اور دیرپا نہیں ہوتا بلکہ محض عارضی و ہنگامی ہی ہوتا ہے اور وہ چونک اٹھتے ہیں اور ہوشیار  
 ہو کر سنبھل جاتے ہیں اور آئندہ کیلئے شیطانوں سے مدافعت کیلئے احتیاطی انداز اختیار  
 کر لیتے ہیں۔ الغرض، قرآنی آیات اور احادیث پر مبنی اس طویل بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی آزمائش کیلئے شیطان کو انسانی معاملات میں مداخلت کی  
 کچھ چھوٹ تو ضرور دی ہے لیکن اس کی کارگذاری محض وسوسہ اندازی تک ہی محدود ہے۔  
 ۲۔ یہ بھی قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ سحر و ساحری شیطانی عمل ہے اور اس کا وارہ  
 کار بھی (شیطانی وسوسہ اندازی کی طرح) محض نفسیاتی اور تخیلاتی حد تک محدود و مقید ہے۔  
 ۳۔ شیطانی وسوسہ اندازی ہو یا سحر و ساحری اور کمانت اس شیطانی عمل کی تاخیر اللہ تعالیٰ  
 کے اذن پر ہی منحصر ہے، لہذا نہ تو شیطان کو نافع و ضار قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ ساحر و  
 کاهن کو۔



۴۔ ان شیاطین الجن والانس کو چھوٹ آزمائش و امتحان کے منصوبہ الہی کے تحت دی گئی ہے۔ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مومنوں کے ایمان کو قوی تر کر دیتا ہے اور منافقوں کو چھانٹ کر الگ کر دیتا ہے۔

۵۔ قرآن وحدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ شیاطین الجن والانس کا ایک ہی مشن ہے اور انکا باہمی رابطہ بھی ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ تائید و تعاون بھی۔

۶۔ شیاطین الجن والانس کی کارپردازیاں (وسوسہ اندازی، سحر و ساحری) محدود اور ماتحت الاسباب ہیں، لا محدود اور مافوق الاسباب ہرگز نہیں، مافوق الاسباب اور لا محدود تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اسی کی صفات و اختیارات ہیں، وہ خالق اسباب ہے اور مخلوق حامل اسباب یعنی اسباب کو استعمال کرنے والے اور اسباب کے پابند ہیں اور اسباب کے اندر مقید۔ اسباب کی تاثیر اللہ کے اذن پر منحصر ہے اور اس کی مشیت کے تابع ہے۔ اب یہ اور بات ہے کہ مختلف مخلوقات کے اسباب کا دائرہ اور نظام مختلف ہے۔ شیاطین الجن والانس کا نظام فطرت اپنی اپنی جگہ موجود ہے لیکن ہمارے لئے شیاطین الجن کا نظام اسباب غیر حسی اور غیر مرئی ہے۔ اس حقیقت سے صرف نظر کر کے ماوہ پرست مفکرین نے فرشتوں اور جنات کے وجود ہی کا انکار کر دیا ہے۔

قرآن وحدیث کے یہ اصول بالکل واضح اور صریح ہیں اور طالب ہدایت کی رہنمائی کیلئے کافی ہیں، اس کے باوجود اگر کوئی ضد اور ہٹ دھرمی کی روش اختیار کرے تو پھر کون اسے گمراہی میں بھٹکنے سے روک سکتا ہے؟

اب ان اصولی معروضات کے بعد حتابہ جدیدہ کی کاوشوں کی طرف آتے ہیں۔ یہ لوگ احمد بن حنبل کے دفاع میں ناکامی اور نامرادی کے داغ مٹانے کے لئے اب اپنا سارا زور مسئلہ سحر پر لگائے ہوئے ہیں۔ اگرچہ یہ دوسرا شوشہ ہے جو ان کی طرف سے چھوڑا گیا ہے لیکن ان کے انداز و اطوار بتا رہے ہیں کہ یہ یہاں پر ہی نہ رکھیں گے بلکہ اپنے قائدین کی طرح قرآن وحدیث کے انکار کی انتہا تک پہنچ کر ہی دم لیں گے! سحر و ساحری پر اس سے قبل انہوں نے کئی کتابچے جاری کئے ہیں جن کا آپریشن بھرپور انداز میں وا تقواللہ سوئم اور چہارم میں کروایا گیا ہے۔ ان میں سب سے پہلے بشیر

احمد کا کتابچہ ”سحر کی حقیقت“ سامنے آیا تھا جس میں موصوف نے مفسرین کے اقوال کی شکل میں جادو اور جادوگری کے بارے میں افسانوں اور گمراہ کن باتوں کو بنیاد بنا کر قرآن میں بیان کردہ سحر اور اسکے اثرات باذن اللہ کا قطعاً انکار کر دیا تھا اور اپنے موقف کو نبھانے کے لئے نہ صرف یہ کہ بخاری و مسلم کی صحیح احادیث کو بہ یک جنبش قلم ضعیف قرار دیا بلکہ آیات قرآنی کے معنوں میں ہیر پھیر اور گمراہ کن معنوی تحریف سے بھی گریز نہ کیا۔ یہاں پر یہ نشاندہی کرنا ضروری کہ مولوی بشیر احمد کا یہ کتابچہ دراصل فرقہ اہل قرآن (بانی عبداللہ چکڑالوی) کے ادارے بلاغ القرآن کے شائع کردہ کتابچے ”جادو اور قرآن“ کا ہی چرہ ہے۔ مولوی موصوف نے تو اس سے بھرپور استفادہ کیا ہے اور انکے یہ پیروکار بھی اسی روش پر گامزن ہیں۔ پھر مولوی بشیر احمد کی طرف سے ”تنزیل القرآن فی روح السیطین“ نامی ایک پمفلٹ جاری کیا گیا۔ اس کتابچے میں موصوف پوری طرح کھل کر سامنے آئے۔ اللہ کی پکڑ سے بے خوف ہو کر قرآن کی لفظی اور معنوی تحریف کے مرتکب ہوئے، آیات کی ترحیب کو بدلا، اپنی طرف سے الفاظ ٹھونسے کی کوشش کی، آیات کے مختلف اور متضاد معنی بیان کئے، دو فرشتوں ہاروت و ماروت کو شیاطین کا سردار قرار دیا اور اس طرح آیات ربانی کا مذاق اڑاتے ہوئے خود کو ”زناوقہ“ کی فرست میں شامل کر لیا (العیاذ باللہ)۔ ساتھ میں کچھ لوگوں کے اقوال اور حوالہ جات کے ذریعہ اپنی اس صریح گمراہی و سرکشی پر پردہ ڈالنے کی سعی نامراد بھی کی۔ موصوف کی گمراہی و دیدہ دلیری پر مفصل اور مدلل تبصرہ وا تقواللہ سوئم اور چہارم میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے (وا تقواللہ سوئم صفحہ ۲۷، ۳۳۔ وا تقواللہ سوئم چہارم صفحہ ۷۴، ۷۵)۔

اسکے بعد انہی کے ایک ہمنوا بخت زادہ صاحب نے ایک پمفلٹ جاری کیا جس میں انہوں نے آیات قرآنی کے معاملے میں اپنے پیش رو منکرین قرآن وحدیث کا ہی انداز اختیار کیا۔ لیکن شاید اس کی کمزوریوں سے خائف ہو کر نہایت ہوشیاری سے اس کو دبا دیا گیا (اسکی کاپی ہماری فائل میں موجود ہے)۔ بہر نوع، جبکہ یہ منظر عام سے ہٹا دیا گیا ہے تو یہی مناسب ہے کہ ہم اس پر گفتگو سے گریز کریں۔ اب اسکے بعد انکی طرف سے ایک نیا کتابچہ آیا ہے جس کے سرورق پر نہایت ہی چالاکي سے کچھ توحید کی پیوند کاری



بلکہ طبع سازی کی گئی ہے۔ یہ لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کا کچھ نیا انداز ہے۔ کیسی بوالعجبی ہے کہ قرآن وحدیث کا نہایت ہی ڈھٹائی اور بے باکی سے انکار کرنے والے توحید کا لبادہ اوڑھے نظر آئیں، خالص جھوٹ اور باطل پردہ پیگنڈے پر اپنی تحریک کو اُستوار کرنا جن کا محبوب مشغلہ ہو، وہ ”خالص توحید“ کو اپنے گمراہ کن کتبچے کا سرورق بنائیں اور پھر اندر کے صفحہ پر اپنے اس شیطانی مشن کو ”ہدایت“ سے تعبیر کر کے اس پر اللہ کا شکر ادا کریں!

واقوال اللہ کے سلسلے ایک تا چار میں برابر ان کی فریب کارانہ روش کی نشاندہی کر کے ان کا اصل چہرہ ان کو دکھایا جاتا رہا ہے اور ان کو اللہ سے ڈرایا جاتا رہا ہے۔ لیکن بجائے توبہ و اصلاح کرنے کے ہر دفعہ یہ نیا ہروپ بھر کے آتے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے نئی چال چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ان پر کیسا صادق آ رہا ہے:

یوحیٰ بعضهم الی بعض زخرف القول غرورا (الانعام ۱۸۷)

”وہ دھوکہ دینے کے لئے ایک دوسرے پر طبع کی ہوئی باطنی القاء کرتے ہیں“

ان کی تحریریں پڑھنے والا حیران ہوتا ہے کہ کس طرح فریب کاری اور دھوکہ دہی کو انھوں نے اپنی اجتماعیت کا مقصد بنالیا ہے۔ یہ لوگ حقائق کو جھٹلانے اور دروغ گوئی میں نہ صرف یہ کہ حد سے گزرتے جا رہے ہیں بلکہ اپنے اس شیطانی عمل میں ایسے جری اور بے باک ہوتے جا رہے ہیں کہ اللہ کی پکڑ سے بالکل ہی بے خوف ہیں، اس کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:-

”اب یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم گمراہی و ضلالت کی طرف دوبارہ پلٹ جائیں۔ لوگ

چاہتے ہیں کہ ہم دوبارہ انٹرمنٹر کے فریب میں آجائیں۔“ (سحر کیا ہے۔ صفحہ ۱)

ذرا غور فرمائیے کہ تنظیم کی کتابیں تو فی الحقیقت نہ صرف تعویذ گنڈے اور مشرکانہ جھاڑ پھونک، بلکہ ہر قسم کے شرک کے خلاف شمشیر برہنہ ہیں، تو کیا انکی نظر میں یہ کتابیں (بالخصوص تعویذات اور شرک) ”انٹرمنٹر“ اور ٹوٹے ٹوٹے و تعویذ گنڈے کو فروغ دینے کا ذریعہ بنی ہوئی ہیں، العیاذ باللہ!

بہر حال، یہ تو انکی عیاری اور دریدہ دہنی کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہی پیش کیا گیا ہے، اب اس کتاب کے مضمون ”سحر کیا ہے“ کی طرف آتے ہیں، جس کے راقم کا انداز اپنے پیش رو ہی کی تقلید ہے اگرچہ فن کاری اور چالاکي میں کچھ ان سے بھی بڑھے ہوئے ہیں، آیات پر آیات پیش کر کے لوگوں کو مرعوب کرنے کی کوشش ضرور کی ہے لیکن آخر میں پہلے سے تیار کردہ معنی اور مطالب اخذ کر دکھائے ہیں۔ اپنے پیش رو مولوی بشیر احمد کی طرح بعض الفاظ کی بار بار تکرار کی ہے مثلاً ”ساحر مافوق الاسباب نافع و مضار ہے“ اور ”سحر کی تاثیر باذن اللہ ماننا سحر کو برحق ماننا ہے“۔ حالانکہ انکے بے سرو پا شوشوں کا مفصل و مدلل جواب واقوال اللہ سوئم صفحہ ۵۱۰ میں دیدیا گیا تھا۔ لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مثبت اور مدلل عبارات کو پڑھنا اور ان پر غور کرنا انھوں نے اپنے اوپر حرام کر لیا ہے۔ اس لحاظ سے قرآن و صحیح حدیث پر مبنی دلائل انکے سامنے پیش کرنا بھینس کے آگے بین بجانے کے ہی مترادف ہے، تاہم قارئین کی تشفی اور ذمہ داری کیلئے انکی فریب کاری کا پردہ چاک کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، اسی لئے یہ تحریر سپرد قلم کی جا رہی ہے ورنہ ہٹ دھرموں اور جاہلوں کے منہ لگنا اس مقدس مشن کے حاملین کے شایان شان ہرگز نہیں۔ قارئین سے گزارش ہے کہ اس تحریر کا مطالعہ کرتے ہوئے واقوال اللہ سوئم اور چہارم کا مطالعہ ضرور کر لیں۔

یہاں بطور معذرت یہ بھی عرض کر دیں کہ درج ذیل سطور میں بعض باتوں کی تکرار ملے گی جو شاید قارئین کے ادبی ذوق پر شاق گزرے، لیکن ربط و سلسل اور مسئلہ کی نوعیت کے لحاظ سے اس بات کو ضروری سمجھا گیا کہ اہم نکات و عبارات کا بار بار حوالہ دینے کی بجائے قارئین کی آسانی کے لئے ان کو بہ لحاظ ضرورت مکرر پیش کر دیا جائے۔ دراصل منکرین کے ان کتہ پچوں کے مؤثر آپریشن کے لئے ہی یہ انداز اختیار کیا گیا ہے۔ ہم نے ادبی ذوق پر مقصد تحریر اور دینی تقاضے کو مقدم رکھا ہے۔

موصوف اپنے مضمون ”سحر کیا ہے“ کی ابتداء توحید کے اثبات اور شرک کے رد سے کرتے ہیں لیکن جلد ہی پینترا بدل کر افتراء پردازی اور مغالطہ آرائی کی روش اختیار کر لیتے ہیں، ملاحظہ ہو:

”مگر افسوس صد افسوس ہے اس امت کے ان افراد پر جو ایک طرف تو یہ یقین رکھتے ہیں کہ کسی نبی، ولی، شہید اور پیر کو مافوق الاسباب (بغیر سبب کے) نفع نقصان دینے کا اختیار نہیں ہے، مگر دوسری طرف ایک جادوگر، جس کو یہ لوگ کافر بھی کہتے ہیں، کے متعلق یقین رکھتے ہیں کہ اسے بذات خود یا اللہ کی چھوٹ سے مافوق الاسباب (بغیر سبب کے) نفع نقصان کا اختیار حاصل ہے اور وہ اسی طرح مافوق الفطرت کام کر سکتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ ”کن“ کہہ کر کرتا ہے۔“ (صفحہ ۳)

غور فرمائیے، کس قدر فنکارانہ مغالطہ آرائی بلکہ دیدہ دلیری سے کام لیا گیا۔ دراصل ان کی تحریک کا پورا مشن ہی باطل پروپیگنڈے، اتہام طرازی اور افتراء پردازی پر مبنی ہے۔ انکی عیارانہ چال بازی اور فریب کاری کا ان سطور میں انشاء اللہ بھرپور آپریشن کیا جائیگا۔

گزشتہ سطور میں شیاطین الجن والانس بشمول ساحر و کاہن کو دی گئی چھوٹ کے تحت ان کی انسانی معاملات میں مداخلت، وسوسہ اندازیاں، سحر کاریاں، خیالات پر (باذن اللہ) اثر اندازی کو پوری طرح ثابت کر دیا گیا ہے، جو ان کی چالاکی اور فریب کاری کا پردہ چاک کرنے کیلئے بہت کافی ہے۔ لیکن آپ کی دلچسپی کیلئے یہ عرض کرتے چلیں کہ اس سے قبل واقعہ اللہ سوئم میں بھی ہم نے قرآن وحدیث کی روشنی میں اس بات کو پوری طرح ثابت کر کے واضح کر دیا تھا:

”الغرض اللہ پر ایمان رکھنے والا زندگی کے ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ ہی کو نافع و مضار سمجھتا ہے، کسی اور کو نہیں، جو کسی اور کو بھی سمجھے وہ کافر و مشرک ٹھہرا۔ پھر یہ بھی ایک بدیہی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم اسباب میں منفعت و مضرت کا قانون اسباب کے تحت رکھا ہے لیکن اس طرح کہ کسی کو نفع و نقصان کے لامحدود اسباب و اختیارات عطا نہیں فرمائے اور نہ ہی حامل اسباب کو نافع و مضار قرار دیا بلکہ سب کو قانون اذن و مشیت کے تابع رکھا۔“ (واقعہ اللہ سوئم صفحہ ۴۳، ۴۴)

اب ان سطور کو ذہن میں رکھتے ہوئے ذرا ان کی تحریر پر نظر ڈالیں تو ان کے فریب کا پردہ چاک ہوتا نظر آئے گا کہ کس طرح بغیر رائی کے پہاڑ بنانے کی کوشش کی

گئی ہے۔ قارئین، اگر واقعہ اللہ سوئم میں سحر کے مضمون میں دئے گئے تفصیلی دلائل کا مطالعہ کر لیا جائے تو انکے سفید جھوٹ اور بے بنیاد پروپیگنڈے کی قلعی کھل جائے گی۔ حبل اللہ اور واقعہ اللہ میں سحر پر مضامین ہمارے موقف و نظریے کو واضح کرنے کے لئے کافی ہیں۔ ہمارا ان کو کھلا چیلنج ہے کہ ہمارے اس ضمن میں اب تک جتنے مضامین شائع ہوئے ہیں ان میں سے اپنی اس غلط بیانی بلکہ یاوہ گوئی کی تائید میں کوئی ایک ثبوت ہی فراہم کر دیں!

فان لم تفعلوا اولن تفعلوا فافقوا النار التي وقودها الناس والحجارة اعدت للكافرين  
(البقرہ ۲۴)

”لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا، اور یقیناً تم ہرگز نہ کر سکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن بنیں گے انسان اور پتھر، جو کافروں کے لئے تیار کر رکھی گئی ہے۔“

دراصل انکے پاس اب ایک ”مافوق الاسباب“ ہی کا حربہ رہ گیا ہے جسکے استعمال کو یہ اپنی اس شیطانی مہم کیلئے ضروری خیال کرتے ہیں کیونکہ اس کے بغیر ”سحر کے شوشہ“ کی بنیاد پر پھیلائے ہوئے مکر و فریب کے اس جال کے تانے بانے ٹوٹنے نظر آتے ہیں، لہذا ہر حال میں اسکو وائنتوں سے پکڑے رہنا ضروری سمجھتے ہیں۔ لیکن حیرت اس بات پر ہے کہ جس ”فوق الاسباب“ حربے کو ”ڈوبتے کو تنکے کا سہارا“ سمجھ کر بڑے جوش و خروش کے ساتھ بے محابہ استعمال کر رہے ہیں، بظاہر موصوف اسکے مفہوم کو بھی پوری طرح نہیں سمجھ پائے ہیں چنانچہ سورۃ جن آیت ۲۱ کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

”اس آیت میں جس نفع و نقصان کا ذکر ہے وہ فوق الاسباب نفع و نقصان ہی ہے۔“ (صفحہ ۲)

گویا کہ ان کے بقول اس آیت کی رو سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فوق الاسباب نفع و نقصان کا اختیار تو نہیں تھا البتہ تحت الاسباب اختیار تھا، دوسرے الفاظ میں نبی علیہ السلام فوق الاسباب نافع و مضار نہ تھے لیکن (ان کے عقیدے کے لحاظ سے) تحت الاسباب نافع و مضار تھے! <sup>۴</sup> بایں عقل و دانش بباہد گریست

اب کوئی ان سے پوچھے کہ کیا نبی علیہ السلام کو تحت الاسباب نافع و مضار قرار دینا اللہ کے ساتھ نافع و مضار ہونے کی صفت میں شریک کرنا نہیں؟ کیا یہ توحید میں شرک کی



آمیزش نہیں؟ کیا یہ لوگ اس شرک آمیز توحید کو ہی ”دین خالص“ سمجھتے ہیں؟ اگر یہ اس شرک آمیز توحید ہی کو ”توحید خالص“ سمجھتے ہیں تو ان کی توحید عرب کے مشرکین کی توحید ہی کی طرح ہے جو تلبیہ میں ”الا شریک ہو لک تملک و ما ملک“ کے الفاظ شامل کر لیتے تھے۔ ان کی شرک آلودہ توحید کی شکل کچھ اس طرح کی بنے گی:

”اللہ کے علاوہ کوئی نافع و ضار نہیں سوائے اسکے کہ نبیؐ ماتحت الاسباب نافع و ضار ہے“! یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات، صفات و اختیارات میں ذرا سا شرک بھی گوارا نہیں اور مشرکانہ عقیدہ رکھنے والے کو جہنم کا عذاب دائمی ہے جب تک توبہ کر کے اصلاح نہ کرے۔ بہر حال، اس تجزیے سے جہاں انکی توحید خالص کا پول کھل گیا وہاں انکی قرآن فہمی کا بھی اندازہ ہو گیا۔ اب ذرا اس آیت کے معنی اور مفہوم پر غور کرتے ہیں۔ معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ سورۃ جن کی درج ذیل آیت میں عموم ہے:

قل انی لاملک لکم ضرا ولا رشدا (البجن ۲۶)

”کہدو کہ میں تمہارے لئے نہ کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہوں نہ کسی بھلائی کا“

صاف ظاہر ہے کہ یہاں ”ضراً و رشداً“ بطور نکرہ آئے ہیں جو عموم کے لئے ہوتا ہے، عام کو خاص کرنا آیت کے منشاء کے خلاف ہوگا۔ اب یہ ان منکرین کی فطرت میں داخل ہے کہ کہیں اپنے مقصد کیلئے عام کو خاص کر لیتے ہیں اور کہیں خاص کو عام، جیسا کہ نبیؐ کے واقعہ سحر میں انھوں نے خاص معاملہ کو عام کیا (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو واقفوا للہ چارم صفحہ ۶۸، ۶۹)۔ یہ آیت تو اس قانون و کلمے کی تائید کر رہی ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی ہستی، نبیؐ یا غیر نبی، کسی بھی قسم کے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتی، نہ فوق الاسباب اور نہ ہی تحت الاسباب، نافع و ضار صرف اور صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔ عالم اسباب کا تمام نظام اسی کے اذن و مشیت کے تابع ہے، یہاں تک کہ اس کے اذن و مشیت کے بغیر نہ پتہ گر سکتا ہے اور نہ ذرہ حرکت کر سکتا ہے۔ سورۃ فرقان میں اس قانون کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

ولا یملکون لانفسہم ضرا ولا نفعاً ولا یملکون موتاً ولا حیوة ولا نشوراً

(الفرقان ۲)

”اور (اللہ کے علاوہ جن ہستیوں کو لوگوں نے معبود بنالیا ہے) وہ خود اپنے لئے بھی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے، نہ موت و حیات پر ان کو قدرت حاصل ہے اور نہ موت کے بعد اٹھا سکتے ہیں“

اسباب کے خالق اور حقیقی مالک و مختار نے محدود دائرے کے اندر مخلوق کو ان کی ضروریات کے لحاظ سے اسباب پر تصرف (یا انکے استعمال کی قدرت) یا اختیار سے نوازا ہے اور اسباب کے اندر تاثیر بھی اللہ تعالیٰ کے اذن و مشیت پر موقوف ہے۔ اسباب کے اختیار کے یہ معنی لینا کہ ماتحت الاسباب نفع و نقصان کا اختیار حاصل ہو گیا، سخت نادانی اور جہالت ہے۔ ذرا غور فرمائیے! اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر کو عقل و دانش سے نوازا اور علم کے ساتھ طب و جراحی کے کچھ اسباب پر قابو بھی عطا فرمادیا لیکن اس کے علاج سے نفع و نقصان کا دار و مدار اللہ کے اذن و مشیت پر منحصر ہے۔ ایک تخریب کار کو کلاشکوف کے استعمال پر قابو عطا فرمایا لیکن اس کو نافع یا ضار ہونے کا اختیار نہیں مل گیا، گولی کا چلنا بدف پر لگنا اور اس کا اثر سب کچھ اللہ کے اذن و مشیت پر منحصر ہے۔ اس پر مزید تفصیلی بحث واقفوا للہ سوئم میں کی گئی ہے اور آخر میں بحث کو سمیٹتے ہوئے یہ اصولی بات بھی بیان کر دی گئی تھی:-

”الغرض، اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والا زندگی کے ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ ہی کو نافع و ضار سمجھتا ہے کسی اور کو نہیں، اور جو کسی اور کو سمجھے وہ کافر و مشرک ٹھہرا۔ پھر یہ بھی ایک بدیہی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم اسباب میں منفعت و مضرت کا قانون اسباب کے تحت رکھا ہے لیکن اس طرح کہ کسی کو نفع و نقصان کے لامحدود اسباب عطا نہیں فرمائے اور نہ ہی حامل اسباب کو نافع و ضار قرار دیا بلکہ سب کو قانون اذن و مشیت کے تابع رکھا۔“

(واقفوا للہ صفحہ ۴۳، ۴۴)

اگر موصوف نے اس مضمون کا بغور مطالعہ کر لیا ہوتا تو ایسی احمقانہ بات کر کے اپنی شرک آمیز توحید کا پول نہ کھولتے! لہذا اب انکے لئے ”فلان کی ایک ہی راہ“ ہے کہ اپنے پرویزی اور کاندھلوی بھائیوں کی طرح انکار حدیث کے میدان میں مرکب عقل دوڑانے کی بجائے ایک سچے اور مخلص طالب علم کی طرح قرآن و حدیث کا مطالعہ کریں تاکہ رب ذوالجلال والاکرام کی صفات و اختیارات کا صحیح شعور و ادراک حاصل ہو کیونکہ



اسکے بغیر عقیدہ توحید ناقص ہے اور تمام سعی رائیگاں اور خسارے سے بچنا ناممکن! اس اصول کو مزید سمجھنے کے لئے نبی علیہ السلام کی تعلیمات پر غور کرنا مفید ہوگا۔ آپ نے نصیحت فرمائی:

- ۱۔ جب بھی سوال کرو، اللہ ہی سے کرو اور جب بھی مدد طلب کرو اللہ ہی سے کرو۔
- ۲۔ جوتے کا تسمہ بھی مانگنا ہو تو اللہ ہی سے مانگو۔
- ۳۔ نبی علیہ السلام گھر سے نکلتے وقت یہ کلمات ادا کرتے:

بسم اللہ تو کلت علی اللہ للاحول ولا قوۃ الا باللہ

”اللہ کے نام کے ساتھ، میں نے اللہ ہی پر توکل کیا اور (نفع و نقصان پہنچانے والی) کوئی طاقت نہیں سوائے اللہ کے“

۴۔ صلوٰۃ مکتوبہ میں سلام پھیرنے کے بعد آپ کے اذکار میں یہ الفاظ بھی ہوتے:

اللہم لا مانع لما اعطیت ولا معطل لما منعت ولا یفعلک البعد

”اے اللہ جس کو تو عطا فرمائے تو کوئی روک نہیں سکتا اور جس کو تو نہ دے تو اسکو کوئی

اور دے نہیں سکتا اور حیرے مقابلے میں کسی کی بڑائی نفع نہیں دے سکتی“

۵۔ کھانے کے بعد نبیؐ اس طرح دعا فرماتے:

الحمد لله الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین

”سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جس نے ہمیں کھلایا، پلایا اور مسلم بنایا“

۶۔ قرآن میں ابراہیم علیہ السلام اپنے عقیدے کو بیان فرماتے ہیں:

قال افریتم ما کتبت علیکم تعبدون..... یوم الدین (الشعراء: ۸۷ تا ۸۹)

”کیا تم نے دیکھا کہ جن کو تم پوجتے رہے ہو، تم بھی اور تمہارے لگے باپ دادا بھی، وہ سب میرے دشمن ہیں مگر اللہ رب العٰلمین (کہ وہ میرا دوست ہے)، جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی مجھے راستہ دکھاتا ہے، وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے، اور وہی مجھے موت دے گا اور پھر زندہ کرے گا، اور اسی سے میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن میری خطائیں درگزر کرے گا“

اس طرح قرآن و حدیث سے مطلقاً یہ ثابت ہو گیا کہ نافع و ضار (فوق الاسباب اور تحت الاسباب) صرف اور صرف اللہ ہی کی ذات ہے، غیر اللہ میں تحت الاسباب یا فوق الاسباب نفع و نقصان کا اختیار تصور کرنا اللہ کے اختیار میں شرک ہے، نیز یہ کہ محدود دائرے میں اسباب کو استعمال کرنے والا مالک و مختار ہرگز نہیں ہوتا!

درج بالا گزارشات سے قارئین کو موصوف کی قرآن فہمی اور انکے عقیدہ توحید کے شعور کا اندازہ ہو گیا ہوگا۔ البدنہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے بے پرکی اڑانے میں مہارت حاصل کرنا ان کا محبوب مشغلہ بن گیا ہے، چنانچہ ان کی اس کوشش کا نمونہ ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

”اب غور کا مقام ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسول سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم

کو مافوق الاسباب نفع و نقصان دینے کا اختیار نہیں دیا تو کسی پیر، ولی یا جادوگر کو یہ اختیار کیسے

دے دیا، اور ان کو اپنی صفت ”کن فیکون“ میں اپنا شریک بنالیا...“ (صفحہ ۱۲)

قارئین، ذائقوا اللہ میں تفصیلی دلائل پیش کرنے کے بعد اس مضمون کی گزشتہ سطور میں بھی اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے تاکہ اسکے مختلف گوشوں کی پوری طرح وضاحت ہو جائے اور ان منکرین کی فریب کاری کا سد باب کر دیا جائے۔

معمولی عقل و دانش کے ساتھ قرآن کریم کا بغور مطالعہ کرنے والا، بخوبی واقف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیاطین الجن والانس (بشمول ساحرو کاہن وغیرہ) کو چھوٹ دینے کا ذکر فرمایا تو یہ بھی بتا دیا ہے کہ ان کید الشیطن کان ضعیفا یعنی شیطان کے حربے انتہائی کمزور ہیں، اب اس کے باوجود شیطانی حربوں کیلئے ”مافوق الاسباب“ یا ”کن فیکون“ قسم کے الفاظ کا استعمال نہ صرف جاہلانہ ہٹ دھرمی بلکہ فن کارانہ مغالطہ آرائی اور فریب کاری کا انداز ہے۔ یہ تو کافرو مشرک فرعون اور قوم فرعون کا بھی عقیدہ نہ تھا! ذرا غور فرمائیے کہ فرعون کس زعم کے ساتھ اپنی سلطنت کے ماہر ترین ساحروں کو مقابلے کے لئے جمع کرتا ہے اور بڑے عز و شرف اور انعام و اکرام کے وعدے کے ساتھ ان کو مقابلہ کے لئے میدان میں اُتارتا ہے۔ لیکن جب ناکامی کے بعد وہ نجدے میں گر جاتے ہیں اور ایمان لانے کا اعلان کر دیتے ہیں تو فوراً ہی رخ بدل کر وہ ظالم اُن کو مصلوب

کرنے کی دھمکی دے ڈالتا ہے۔ چنانچہ ان سے کہتا ہے کہ ”تم میری اجازت کے بغیر ایمان لے آئے ہو میں تمہیں اسکی سزا دوں گا، مخالف سمتوں سے تمہارے ہاتھ اور پیر کاٹوں گا اور سولی پر چڑھاؤں گا۔“ ساحر سچے دل سے ایمان لالچکے تھے، اسکی دھمکی کی پرواہ کئے بغیر جواب دیتے ہیں کہ ”تو جو بھی سزا دینا چاہے دے مگر ہم اپنے رب پر ایمان لاکر اسکی مغفرت کے طلبگار ہیں، اب ہم دین سے پھرنے والے نہیں!“

اس واقعے میں جہاں اہل خرد کیلئے بہت سی نشانیاں ہیں اور سبق بھی، وہاں سحر و ساحری سے متعلق ان باطل و گمراہ کن نظریات اور توہمات کا رد بھی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جو اللہ کے بندے ایمان کے معاملے میں مخلص ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کو شیطان کے حوالے نہیں کرتا، اور وہ آزمائش کے مرحلہ میں اپنی جان تک قربان کرنے کو برضا و رغبت تیار ہو جاتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ ساحروں کے پاس اگر کوئی مافوق الاسباب قوت ہوتی یا اختیار ہوتا تو وہ مقابلہ سے قبل فرعون کے دربار میں فرعون کی خوشامد نہ کرتے کہ اگر ہم کامیاب ہو گئے تو ہمیں کیا ملے گا۔ یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ ساحروں کے پاس کوئی مافوق الاسباب قوت و اختیار ہرگز نہیں۔ اسکے علاوہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ فرعون جیسا کافر جو سحر و ساحری پر یقین رکھتا تھا، اسکا بھی عقیدہ صرف اس حد تک تھا کہ ساحروں کی کارگزاری ایک محدود دائرہ کار سے تجاوز نہیں کر سکتی، چنانچہ وہ ساحروں سے ذرا بھی خوفزدہ نہ تھا، اور نہ وہ ساحروں کے بارے میں مافوق الاسباب اختیار کا کوئی تصور رکھتا تھا ورنہ وہ انکو اسطرح دھمکی دینے کی جرأت تک نہ کرتا۔ تاریخ انساں گواہ ہے کہ ساحر ہمیشہ معاشرے میں ایک پست اور رذیل مقام ہی کے حامل سمجھے جاتے رہے ہیں اور محدود دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے پیٹ کی آگ بکھانے کے لئے شیطانی عمل سحر و کھانت کو ذریعہ بناتے رہے ہیں۔ اب ذرا غور فرمائیے کہ ان حقائق اور قرآنی نصوص و کلیات سے صرف نظر کر کے ان فریب کاروں نے اس حربے (مافوق الاسباب) کا کیسا جگہ جگہ بے محل استعمال کر کے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے اور عجب نہیں کہ یہ اپنے آپ کو اس احتمالہ کوشش میں کامیاب تصور کرتے ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ان پر خوب چسپاں ہو رہا ہے۔

يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يُخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ (البقرہ ۹)

”وہ اللہ اور ایمانداروں کو دھوکہ دیتے ہیں، لیکن وہ کسی اور کو دھوکہ نہیں دے رہے سوائے اپنے آپ کے لیکن وہ اسکا شعور نہیں رکھتے“

موصوف کی فریب کاری کے مزید نمونے پیش کرنے سے قبل قارئین کی یاد دہانی کے لئے عرض کر دیں کہ گزشتہ سطور میں اس بات کی نشاندہی کی گئی تھی کہ کس طرح نام نہاد مفسرین نے آیات سحر کی تشریح کے بہانے موضوع روایات اور من گھڑت اقوال کا سہارا لے کر اس مسئلے کو ایسا افسانوی رنگ دیا کہ کہیں تو سحر کے ذریعہ انسان کو گدھا اور گدھے کو انسان بنا دیا اور کہیں کسی کو ہوا میں اڑا دیا وغیرہ۔ ان خرافات کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک طرف تو گروہ کثیر باطل عقائد اپنا کفر و شرک کے گڑھے میں جاگرا تو دوسری طرف پرویزی اور معتزلی رجحانات کے حامل مادر پدر آزاد فکر لوگوں کو موقع ہاتھ آیا اور انھوں نے انہی خرافات کو بنیاد بنا کر اللہ کے دین سے دشمنی کے مشن کو پورا کیا۔ نہ صرف احادیث پر لوگوں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی بلکہ احادیث صحیحہ سے لوگوں کو اس قدر الرجک اور برگشتہ کر دیا کہ اُن کا انکار کرنے کے لئے آیات قرآنی کی گمراہ کن تحریف کا راستہ کھول دینا اُن کے لئے آسان ہو گیا! اب موصوف بھی انہی مفسرین کی خوشہ چینی کرتے ہوئے تبلیغ ابلیس کا حق ادا کر رہے ہیں! صفحہ ۳۰۳ پر پہلے تو جہلا کے عقائد و نظریات کا ذکر کیا ہے کہ

”وہ اپنے جادو یعنی کلام کے زور سے مافوق الاسباب نئی چیزیں بنا سکتا ہے.....“ (صفحہ ۳)

اور یہ کہ

”وہ اپنے جادو یعنی کلام کے زور سے پہلے موجود چیز کو تبدیل کر کے کوئی اور چیز بنا دیتا ہے“ (صفحہ ۳)

پھر قرآن وحدیث کی رو سے ان نظریات کی تردید بھی کی ہے۔ لیکن انھوں نے یہ کوئی نئی بات نہیں کہی۔ ہم کافی عرصہ قبل حبیل اللہ میں سحر کے مضمون میں اس بات کو پوری صراحت کے ساتھ واضح کر چکے تھے۔ ملاحظہ فرمائیں:

”ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ یہ جادو (جسے اللہ تعالیٰ نے سحر عظیم سے تعبیر کیا ہے) آنکھوں



پر کیا گیا تھا جس کے اثر سے اور لوگوں کی طرح موسیٰ علیہ السلام کے خیال میں لاشعیاں اور رسیاں دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں، یہ نہیں کہا گیا کہ جادو سے لاشعیاں اور رسیاں سانپ بن گئیں کیونکہ جادو میں قلب ماسیت یعنی کسی چیز کو کچھ اور بنا دینے کی طاقت نہیں بلکہ صرف نظر اور خیال کو نفسیاتی حد تک دھوکہ دے سکتا ہے۔ (حبل اللہ نمبر ۱۳، صفحہ ۴۹)

قارئین سمجھ سکتے ہیں کہ انھوں نے ایسا کیوں کیا۔ دراصل انکو اسکی ضرورت اس لئے پڑی تاکہ کچھ صحیح بات لکھ کر اپنے مذموم مقصد کے لئے کچھ زمین ہموار کریں اور پھر ایک قدم اور آگے بڑھیں اور قرآن کے اصول و کلیات کو جھٹلانا شروع کر دیں جبکہ قاری عبارت کے تسلسل میں یہی تاثر لیتا ہے کہ یہ قرآن ہی کی بات کی جارہی ہے۔ تو یہ ہے موصوف کی عیارانہ چال جو ان کے اس کتابچہ کا زریں اور رہنما اصول ہے۔ بہر نوع، نظربندی کے مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے موصوف رقمطراز ہیں:-

”نظربندی، یہ نظریہ عمد قدیم کی طرح آج بھی سب سے زیادہ مقبول ہے، اور جادو کے قائلین کی اکثریت اسی نظریہ کی حامل ہے۔ اس نظریہ کے مطابق نہ نئی چیز بنتی ہے اور نہ خلقت میں تبدیلی ہوتی ہے، بلکہ دیکھنے والے کی نظر کو جادو یعنی کلام کے زور سے تبدیل کر دیا جاتا ہے کہ اسے غیر حقیقی چیزیں حقیقی نظر آنے لگتی ہیں۔ یہ نظریہ بھی خلقت میں تبدیلی ہی کی شکل ہے، جو کہ قرآنی تعلیم کے خلاف ہے۔“ (صفحہ ۴)

اسی تسلسل میں موصوف آگے فرماتے ہیں:

”اسی نظربندی کے متعلق ایک اور نظریہ بھی ہے، وہ یہ کہ جادو کے کلام کے زور سے انسانی ذہن کو تبدیل کر دیتا مثلاً انسانی آنکھ تو بلی دیکھے مگر دماغ اسے شیر سمجھے وغیرہ۔“ (صفحہ ۵)

ملاحظہ فرمایا، موصوف نے کس ہوشیاری سے نظربندی (یعنی نظر کا مسحور یا سحر زدہ ہونا) کو فوق الاسباب بتا کر خلاف قرآن قرار دیدیا؛ اسی مقصد سے گزشتہ پیرا گراف میں زمین ہموار کی گئی تھی۔ دراصل موصوف اور انکے ہمنواؤں کا سارا زور اس بات پر ہے کہ کسی طرح آیات قرآنی کو اپنے مطلب کے معافی کا لباس پہنا کر قرآن و حدیث میں بیان کردہ سحر کے اثرات کو مافوق الاسباب ثابت کر کے خلاف قرآن قرار دیدیں تاکہ احادیث صحیحہ کا پتہ صاف کر دینے کی مہم میں انہیں بزعیم خویش مزید کامیابی حاصل ہو سکے!

قارئین! ہم ان کے لمحدانہ حربوں سے براءت کا اظہار کرتے ہیں اور سلف صالحین کی اتباع کرتے ہوئے قرآن کی تفسیر کے لئے قرآن و حدیث ہی کو کافی سمجھتے ہیں، اور قرآن و حدیث کے مد مقابل پیش کئے جانے والے قاضی، بیضاوی، پرویزی، چکڑالوی اور دیگر منکرین و معتزلین کے اقوال کو قابل رد گردانتے ہیں۔ لہذا ہماری نظر میں سحر کا وہی مفہوم درست ہے جس کو قرآن میں ”تلقوا الشیطن“ کہا گیا اور حدیث میں ”گرہ میں پھونک مارنے“ والی روایت میں بیان کیا گیا ہے اور اس کو آپؐ نے شرک قرار دیا ہے۔ نیز ”سحر کی تاثیر مشروط باذن اللہ“ کو قرآن و حدیث کے عین مطابق ہی تسلیم کیا جائے گا، نہ کم نہ زیادہ۔ اسی موقف کو ہم نے حبل اللہ شمارہ نمبر ۱۳ اور واتقوا اللہ سوئم و چارم اور اس مضمون کی گزشتہ سطور میں واضح دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ قرآن و حدیث نے سحر و سحرکاری کو کفر و شرک اور شیطانی عمل قرار دیا ہے لیکن اس کے وقتی، جزوی اور محدود اثرات (باذن اللہ) کا ذکر بھی کیا ہے اور اس سلسلے میں بے شمار قرآنی آیات و متعدد احادیث کو بطور ثبوت پیش کیا گیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں مصری ساحروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

فلما القوا سحر دواعین الناس واسترهبوہم وجاء بسحر عظیم (الاعراف ۱۱۲)

”جب ساحروں نے (انہیں) پھینکا (یعنی رسیاں اور لاشعیاں ڈالیں) تو لوگوں کی آنکھوں کو سحر زدہ کر دیا اور انھیں خوفزدہ کر دیا، اور وہ بڑا ہی زبردست جادو لائے“

فاذا حبالہم وعصیہم یغیل الیہ من سحرہم انھا تسعی (طہ ۶۶)

”تو یکایک ان کی رسیاں اور لاشعیاں موسیٰؑ کے خیال میں ان کے سحر کے سبب دوڑتی ہوئی معلوم ہوئیں“

قرآن صاف بتا رہا ہے کہ ساحروں نے لوگوں کی آنکھوں کو مسحور کر دیا اور ان کو ڈرا دیا۔ سحر کے اثر سے رسیاں اور لاشعیاں دوڑتی ہوئی معلوم ہوئیں اور لوگوں کو خوف محسوس ہوا۔ موسیٰؑ کے اوپر بھی سحر کا یہ اثر ہوا کہ رسیاں اور لاشعیاں (جو فی الحقیقت رسیاں اور لاشعیاں ہی تھیں، کچھ اور نہ تھیں اور ساکت و جامد ہی تھیں) ان کے خیال میں دوڑتی ہوئی معلوم ہوئیں اور آپؐ نے بھی اور لوگوں کی طرح دل میں خوف محسوس



کیا۔ یعنی سحر کے اثر کے تحت آنکھوں نے جو کچھ دیکھا دل نے اس کے اثر کو خوف کے طور پر محسوس کیا۔ یہ تو سیدھا سادھا قرآنی آیات کا مفہوم ہے اب ان آیات کے صحیح مفہوم سے صرف نظر کر کے آیات میں اپنی طرف سے پردہ بازی لغت کے الفاظ ٹھونسنا اور اپنے مطلب کا مفہوم اخذ کرنے کے لئے مرجع و مصالحو لگانا، طمع سازی کرنا لمحدانہ انداز ہے جو قابل مذمت و ملامت ہے۔ سحر کے تخیلاتی اثر کے سبب سے آنکھوں کا کچھ سے کچھ دیکھنا (یعنی خلاف حقیقت دیکھنا) اصطلاحاً نظربندی کہلاتا ہے اور قرآن کی درج بالا آیات صراحت کے ساتھ اس کا اثبات کر رہی ہیں۔ قرآن کے الفاظ بالکل صاف اور سادہ انداز میں سحر کے تخیلاتی یا نفسیاتی اثر کو بیان کر رہے ہیں اور کسی بھی لفظ سے قلب مامیت (حقیقت کا بدلتا یا خلقت میں تبدیلی) کا ذرا سا اشارہ تک نہیں ملتا۔ آیات کے الفاظ پر غور کرنے سے حقیقت حال واضح ہو سکتی ہے۔ آیات صاف بتا رہی ہیں کہ سحر کے عارضی تخیلاتی اثر کی وجہ سے آنکھوں کو دھوکہ ہوتا ہے اور وہ خلاف حقیقت چیز دیکھتی ہیں۔ اس طرح یہ چیز جو اصطلاحاً نظربندی کہلاتی ہے قرآن سے ثابت ہے اور اس میں ذرا بھی شک و ابہام کی گنجائش نہیں۔ موصوف بغیر کسی دلیل کے اس کو خلاف قرآن کہکر دراصل حقیقت کو جھٹلا رہے ہیں اور قرآنی آیات اور حکمت ربانی کا مذاق اڑا کر اپنے آپ کو زندقہ ملاحدہ میں شامل کر رہے ہیں۔ قرآن و صحیح احادیث میں بیان کردہ واقعہ سحر میں نہ تو کسی تخلیقی قوت کا مظاہرہ ہے اور نہ ہی خلقت کی تبدیلی کا کوئی ذکر، بلکہ محض وقتی و نفسیاتی اثر بتایا گیا ہے جس میں حقیقت جوں کی توں رہتی ہے اور نظر کو محض دھوکہ ہوتا ہے، تو پھر اس کی تردید کے لئے قرآن کی آیت لا تبديل لخلق الله (یعنی اللہ کی خلقت کو بدلا نہیں جاسکتا) کا استعمال قطعاً بے محل ہے۔ کیا یہ محض آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش نہیں؟ دراصل جھوٹ کو سچ اور باطل کو حق ثابت کرنے کے لئے یہ انداز اختیار کرنا اور یہ حربے استعمال کرنا ان کی مجبوری ہے۔ اس سے قبل ان کے پیش رو بھی یہی طرز استدلال اپناتے رہے ہیں یعنی صحیح موقف کو رد کرنے کے لئے آیات قرآنی کا بے محل استعمال بار بار کیا گیا ہے۔ ان لوگوں کی حماقت آمیز فریب کاریوں کا بھرپور آپریشن والقواللہ سوئم اور چہارم میں کر دیا گیا ہے، قارئین ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

جھوٹ اور فریب پر مبنی اس تحریر کو پرکشش بنانے کے لئے سرخیاں تو بڑی بڑی جمانی گئی ہیں لیکن فی الحقیقت موصوف کی یہ تحریر تضاد بیانی کا بری طرح شکار ہے۔ ایک طرف تو قرآن و حدیث میں بیان کردہ سحر کے تخیلاتی یا نفسیاتی اثر کا صراحتاً انکار کرتے ہوئے اسے خلاف قرآن قرار دے رہے ہیں تو دوسری طرف سحر کے نفسیاتی اثر کی تائید کرتے ہوئے تمام حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں، ملاحظہ ہو:-

”جادو کا نفسیاتی اثر یہ ہے کہ کسی جادو کے قائل شخص سے کہدیا کہ میں تم پر عمل کر رہا ہوں، یعنی جادو کا کلام پڑھ رہا ہوں، تو اس غلط عقیدے کے حامل شخص کا دماغ خوف سے ماؤف ہو جائے گا، جس کا اثر اس کے حواس خمسہ پر بھی پڑے گا، تو اس وقت وہ حامل اس شخص کے ساتھ جو چاہے گا کرے گا اور جو چاہے گا اسے دکھائے گا، اور اس کی آنکھیں غیر حقیقی چیز دیکھنے لگیں گی۔“ (صفحہ ۵)

موصوف نے تو یہ دوسرا کارنامہ انجام دے دیا (ان کا پہلا کارنامہ نبیؐ کو ماتحت الاسباب نافع و ضار بنادینا تھا)، اور سحرکاری کے حامل کو لامحدود اختیارات سے نوازدیا کہ وہ غلط عقیدے کے حامل شخص سے صرف یہ کہکر کہ ”میں تم پر عمل کر رہا ہوں یعنی جادو کا کلام پڑھ رہا ہوں“ اس کا دماغ ماؤف کر کے اس کے حواس خمسہ پر اثر انداز ہو جائے اور پھر ”اس کے ساتھ جو چاہے کرے اور جو چاہے دکھائے“ پر قادر ہو جائے! موصوف نے سحر کی نفسیاتی تاثیر کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ حامل سحر کو لامحدود اختیارات دیدئے کہ وہ خراب عقیدے والے شخص کے ساتھ ”جو چاہے کرے...“۔ موصوف نے یہ بھی نہ سوچا کہ وہ کہہ کیا رہے ہیں۔ آج تو انسانوں کی اکثریت غلط عقیدے کے حاملین پر مشتمل ہے اور ذرائع ابلاغ بھی خاصے موثر ہیں۔ خراب عقیدہ لوگوں تک یہ پیغام پہنچا کر کہ ”ہم تم پر عمل کر رہے ہیں“، ان کے دماغ کو ماؤف کر کے، ان کے حواس خمسہ پر اثر انداز ہو کر ان سے بڑے بڑے سیاسی و اقتصادی مقاصد حاصل کئے جاسکتے ہیں! کیا موصوف اس سے اتفاق کریں گے؟ شاید موصوف کا اختراع کردہ جادو ٹونے کا یہ نفسیاتی حربہ آج کے تخریب کاروں اور سیاست دانوں کے علم میں نہیں ورنہ کلاشکوف کلچر اور نیوکلیر ٹیکنالوجی کی ضرورت ہی باقی نہ رہتی! سحر کے نفسیاتی حربے

کے ساتھ کوئی ساحر کسی بنک میں گھس جاتا اور اس کے اہل کاروں کے دماغ ماؤف کر کے ”جو چاہتا ان کے ساتھ کرتا“ اور ”بنک لوٹ کر رفوچکر ہو جاتا“، یا کسی حکمران کے پاس جاتا اور اس کے اہل کاروں کے دماغ ماؤف کر کے مسند اقتدار پر قابض ہو جاتا۔ شاید یہ ان کے نظریے کے لحاظ سے ممکن ہو، نعوذ باللہ من تلک الخرافات! اللہ سمجھ کی توفیق دے۔

اب قارئین ذرا ان کے عقائد و نظریات کا قرآنی موقف سے تقابل کریں جس میں سحر کے محدود، جزوقتی اور تحمیلی اثر کا جو اللہ کے اذن و مشیت کے تابع ہے، اثبات کیا گیا ہے جبکہ ان کے تجویز کردہ طریقہ کار میں لامحدود اثرات کا دعویٰ کیا جا رہا ہے۔ قارئین، ان کے اس کتابچے نے تو یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ ان کا عقیدہ توحید بری طرح شرک سے آلودہ ہے۔ موصوف اور جادو ٹوٹنے کے شائقین کے عقائد میں تھوڑا ہی فرق ہے، یعنی بس طریقہ کار اور میکانزم کا فرق۔ اب ان سے کوئی پوچھے کہ اللہ کو وحدہ لا شریک مانتے ہو اور پھر نبیؐ کو ماتحت الاسباب نافع و ضار قرار دیتے ہو اور اپنے ڈیزائن کردہ ”نفسیاتی جادوگر“ کو ”جو چاہے کرنے اور جو چاہے دکھانے“ کا مطلق اختیار دے کر اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہو یا اللہ پر افترا پردازی کرتے ہو کہ اللہ نے ان کو یہ چھوٹ دیدی ہے؟ معاذ اللہ، نعوذ باللہ من تلک الخرافات! البتہ صحیح احادیث کا انکار کرنے کی خاطر یہ ”فوق الاسباب“ کا شوشہ چھوڑا گیا ہے وہ بھی بغیر سوچے سمجھے۔ پھر آگے فرماتے ہیں:-

”مگر ایک صحیح الدماغ اور صحیح العقیدہ شخص پر کسی جادو ٹوٹنے کا کوئی اثر نہیں ہوگا، کیونکہ نہ

اسے کسی قسم کا خوف لاحق ہوگا اور نہ اس کا دماغ ماؤف ہوگا۔“ (صفحہ ۵)

غور کرنے کا مقام ہے کہ قرآن وحدیث بے بے نیاز ہو کر کیسے حتمی انداز میں خود ساختہ اصول اور نفسیاتی سحر کے موثر یا غیر موثر ہونے کے اختراع کردہ شرائط پر اعتماد انداز میں بیان کئے جا رہے ہیں گویا ”مستند ہے میرا فرمایا ہوا“۔

اب موصوف اپنے باطل موقف کی تائید و تقویت کے لئے لغت کی طرف ”نظر عنایت“ فرماتے ہیں بلکہ اپنے استاد علامہ پرویز کی طرح لغت کی مٹی پلید کرتے نظر آتے ہیں اور اس کیلئے جواز پیش کرتے ہیں کہ

”سحر کی حقیقت اس وقت تک سمجھ میں نہیں آسکتی جب تک سحر کے معنی نہ معلوم ہو جائیں“ (صفحہ ۶)

پھر علامہ صاحب سحر کے معنی بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

”عربی لغت میں سحر کے معنی ہیں جھوٹ، دھوکہ، فراڈ وغیرہ“ (صفحہ ۶)

اس سے ان کے ذوق ادب اور فہم لغت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد موصوف نے الفاظ کو پر دیزی معنی اور مفہوم کا جامہ پہنا کر باطل مہم میں کامیابی کی کوشش میں دو تین صفحے سیاہ کر ڈالے ہیں۔ اس پوری لالچنی بحث میں علمی اصول اور دلائل کا تو یکسر فقدان ہے جیسا کہ ان کے پورے کتابچے میں ہے، البتہ الفاظ کو اپنے مطلب کے معانی پہنانے کے لئے منکرین کے انداز میں احتمالہ فریب کاری کے کرتب خوب دکھائے گئے ہیں اور ستم ظریفی تو یہ ہے کہ آیات قرآنی کو بھی معنوی تحریف کے ساتھ منکرین کے انداز میں اپنے موقف کی تائید میں پیش کیا ہے۔ قارئین، اس مسئلہ پر مزید گفتگو کرنے سے قبل یہ عرض کر دینا مناسب ہوگا کہ موصوف سحر کے اصل معنی چھپا گئے ہیں کیونکہ اس طرح تو ان کے استدلال کی بے بسناعتی عیاں ہو جاتی۔ موصوف نے سحر کے معنی کے طور پر جو تین الفاظ پیش کئے ہیں، عربی میں ان کے لئے دوسرے ہی الفاظ ہیں، ملاحظہ فرمائیے:-

”جھوٹ“ کے لئے قرآن میں کذب، باطل، افک اور زور وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں اور مستند لغات دیکھ لیجئے، ان الفاظ کے اصل اور بنیادی معنی ”جھوٹ“ ہی ملیں گے۔ یہ چیز بھی معروف و معلوم ہے کہ ”کذب“ لفظ ”صدق“ کی ضد ہے اور صدق کے معنی سچ کے ہیں۔ اسی طرح لفظ ”باطل“ ”حق“ کی ضد ہے اور حق کے معنی سچائی کے ہیں۔ سچی گواہی کے لئے شہادت حق اور جھوٹی گواہی کے لئے شہادت زور کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

دوسرا لفظ ”دھوکہ“ ہے جس کے لئے قرآن میں خدع اور غر وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں اور مستند لغات میں خدع اور غر کے اصل معنی دھوکہ ہی ملیں گے۔ یاد رہے کہ دھوکے باز کے طور پر شیطان کے لئے ”غرور“ کا لفظ قرآن میں آیا ہے۔



کو اسکی اصل سے غیر اصل کی طرف پھیر دینا (یعنی اصل کے علاوہ اور شکل میں دکھانا) سحر ہے۔ جب ساحر باطل کو حق کی صورت میں دکھائے اور اشیاء کو اصل کے برعکس خیالات میں پیش کر دے، تو یہی اشیاء پر سحر کرنا یعنی پھیر دینا ہوا۔

اس بحث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ سحر ایسا عمل ہے جس سے نظر کو حقیقت سے ہٹا کر غیر حقیقت کی طرف پھیر دیا جاتا ہے اور اس کے سبب سے غیر حقیقی چیزیں حقیقی محسوس ہوتی ہیں۔ جیسے کہ مصری جادو گروں کی رسیاں اور لائٹیاں موسیٰ علیہ السلام کو دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں (حالانکہ وہ دوڑ نہیں رہی تھیں)۔ یہ دھوکہ تھا جو نظر کو ہوا اور اسی لحاظ سے سحر کو دھوکہ کہا جاتا ہے۔ سحر کی وجہ سے جو کچھ نظر آتا یا محسوس ہوتا ہے وہ نہ تو سچ ہوتا ہے اور نہ ہی اسکی کوئی حقیقت ہوتی ہے، بلکہ وہ محض جھوٹ اور دھوکہ ہی ہوتا ہے۔ اس پر دو رائیں نہیں ہو سکتیں کیونکہ سحر بہر حال شیطانی عمل ہے اور شیطان کی تمام تر کارستانی جھوٹ و فریب پر ہی مبنی ہوتی ہے۔ مستند لغات دیکھ لیجئے، سحر کے معنی جھوٹ نہیں ملتے گے۔ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا، سحر کو نوعیت عمل یا مفہوم کے اعتبار سے جھوٹ یا دھوکہ کہا جاتا ہے نہ کہ معنی کے اعتبار سے، بالکل اسی طرح جیسے کہ سخاوت کو کار خیر یا عمل صالح کہا جاتا ہے اور فعل زنا کو بدکاری یا برا فعل کہا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ اصل معنی کے اعتبار سے نہیں بلکہ مفہوم اور نوعیت فعل ہی کے اعتبار سے ہے۔

اس مختصر بحث سے موصوف کی لغت فہمی، طبع سازی اور فریب کاری کی قلعی کھل گئی کہ کس طرح انہوں نے اصل معنی کو چھپا کر اس فعل کی نوعیت و حقیقت ہی کو معنی کا لباس پہنا دیا ہے۔ اب ان کے طرز استدلال پر بھی ذرا ایک نظر ڈال لی جائے۔

ان پر دینی فکر کے حاملین کے طرز استدلال میں ایک بنیادی نکتہ کارفرما نظر آتا ہے۔ یہ لوگ قرآن اور احادیث کے نصوص و کلیات سے اپنے آپ کو بے نیاز و مستثنیٰ سمجھتے ہیں۔ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے آیات قرآنی پیش تو ضرور کرتے ہیں لیکن اس کا ترجمہ و تشریح عربی لغات اور علمی اصولوں سے بے نیاز ہو کر اپنے مخصوص انداز میں کرتے ہیں اور کہیں کہیں بڑی ہوشیاری سے اپنے مخصوص ترجمہ کی تائید و مدافعت میں

رہا موصوف کا پیش کردہ تیسرا لفظ ”فراڈ“ تو ایک اسکول کا طالب علم بھی جانتا ہے کہ یہ اردو کا لفظ ہے ہی نہیں بلکہ انگریزی کا لفظ FRAUD ہے جس کے معنی ”دھوکہ“ ہیں جس کا عربی بدل خدع یا غر ہے نہ کہ سحر۔

قارئین! غور فرمائیے، یہ ہے موصوف کی لغت فہمی کا عالم! درج بالا سطور سے یہ بات واضح ہو جانا چاہیے کہ ”جھوٹ اور دھوکہ“ نہ تو سحر کے اصل لغوی معنی ہیں اور نہ ہی ”متراوقات“ میں شمار ہوتے ہیں البتہ عمل سحر کے نتیجے میں بسا اوقات لوگوں کی نظر کو دھوکہ ہوتا ہے اور نگاہ کچھ کا کچھ یعنی حقیقت کے خلاف دیکھتی ہے۔ دراصل یہی سحر کی حقیقت ہے جس کو موصوف نے عمداً چھپایا ہے۔ الغرض، ”دھوکہ“ سحر کا عملی مظاہر یا سحر کی حقیقت ہے نہ کہ سحر کے اصل معنی، اسی لئے ”دھوکہ“ کیلئے عربی لغت میں سحر نہیں بلکہ دوسرے الفاظ آئے ہیں جو گزشتہ سطور میں بیان کئے گئے ہیں۔

اب ہم سحر کے لغوی معنی بیان کرتے ہیں تاکہ موصوف کے کتمان اور فریب کاری کی قلعی کھل جائے۔ لسان العرب میں پوری تفصیل سے ”سحر“ کے معنی بیان کئے گئے ہیں۔ طوالت سے گریز کرتے ہوئے یہاں زیر نظر بحث سے متعلق حصے پر اکتفا کیا جائے گا۔

”السحر عمل تقرب فیہ الی الشیطان و بمعونة منہ ، کل ذلک الامر کینونة للسحر و من السحر الاخذة التي تاخذ العين حتی یظن ان الامر کما یرى و لیس الاصل علی ما یرى ، والسحر ، الاخذة و کل ما لطف ماخذہ و دق فهو سحر . . . . . و اصل السحر صرف الشئ عن حقیقته الی غیرہ فکان الساحر لما ادری الباطل فی صورة الحق و خیل الشئ . علی غیر حقیقۃ ، قد سحر الشئ . عن وجهہ ای صرفہ “۔ (لسان العرب ، جلد ۲ ، صفحہ ۲۳۸)

”سحر ایسا عمل ہے جس میں شیطان سے تقرب اور اسکی معاونت ہو۔ ایسا ہر کام سحر میں شامل ہے۔ اور متر بھی سحر ہی میں سے ہے جو نظر بندی کر دے یہاں تک کہ گمان ہونے لگے کہ جو نظر آ رہا ہے وہی امر واقعہ ہے حالانکہ جو نظر آ رہا ہوتا ہے وہ اصل نہیں ہوتا۔ اور متر بھی سحر ہی ہے، اور ہر وہ چیز جس کا ماخذ لطیف اور باریک ہو سحر ہے۔ . . . . دراصل کسی چیز



خود ساختہ جواز بھی پیش کر دیتے ہیں، پھر آخر میں اپنے موقف کے مطابق تیار کردہ نتیجہ اخذ کر کے دعویٰ کر دیتے ہیں۔ ”..... اس آیت سے یہ ثابت ہوا.....“ حالانکہ یہ نتیجہ آیت سے اخذ نہیں کیا جاتا بلکہ آیت کی معنوی تحریف اور خود ساختہ تشریح سے برآمد کیا جاتا ہے اور قاری کو دھوکہ دیا جاتا ہے کہ یہ موقف قرآن سے ثابت کیا گیا ہے۔ موصوف کا یہ کتابچہ اسی طرز استدلال سے بھرا ہوا نظر آتا ہے۔ اگر اس بات کو پیش نظر رکھ کر ان کے کتابچے کا مطالعہ کیا جائے تو ان کی چالاک کھل کر سامنے آجائے گی۔ یہاں موصوف نے جو سحر کے معنی جھوٹ بیان کئے ہیں اس کے لئے لغت کا حوالہ دینا ضروری نہیں سمجھا، البتہ سورہ ہود کی یہ آیت بطور ثبوت پیش کی ہے:

وَلَنُفْلِتَنَّكُمْ مَبْعُوثُونَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مَبِينٌ (ہود ۷)

”اور اگر تم ان سے کہو کہ (اے لوگو!) تم مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جاؤ گے تو یہ کافر یقیناً کہیں گے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔“

موصوف نے اس آیت کے ترجمے میں ”سحر مبین“ کا ترجمہ ”صریح جھوٹ“ کیا ہے اور اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اس آیت میں کفار زندگی بعد موت یعنی آخرت کو جھوٹ قرار دے رہے ہیں۔“ (صفحہ ۷) اب ان کے فریب کارانہ طرز استدلال کی مضحکہ خیزی پر غور کرنے سے قبل یہ واضح کر دینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ موصوف نے اس ترجمے میں پرویز اور عبداللہ چکڑالوی کے ترجمے کو ہی اختیار کیا ہے (ملاحظہ ہو پرویز، ”لغات القرآن“ صفحہ ۸۵۵، عبداللہ چکڑالوی: ”جادو اور قرآن“ صفحہ ۶)۔ موصوف اپنے مطلب کے ترجمے کی بنیاد پر تشریح کرنے کے بعد نتیجہ برآمد کر دکھاتے ہیں۔

”تو اس آیت سے سحر کے معنی جھوٹ معلوم ہوئے“ (صفحہ ۷)

ایک معمولی سوجھ بوجھ والا بھی یہی کہے گا کہ یہ معنی آیت سے نہیں بلکہ منکرانہ تشریح سے برآمد ہوئے ہیں، یعنی موصوف نے معنی اور تشریح اپنے مطلب کے بیان کر کے اس کو اپنے موقف کا ثبوت قرار دے ڈالا ہے بالفاظ دیگر ان کا قول ہی ان کے

موقف کا ثبوت ہے۔ پھر حماقت ملا حظہ کیجئے، فرماتے ہیں:-

”اب دیکھیں اس آیت میں کسی فوق الفطرت واقعہ یا معجزہ کے ظہور میں آنے کا ذکر نہیں

ہے کہ جسے کفار نے جادو کا کرشمہ سمجھا ہو اور اسے سحر کہا ہو“ (صفحہ ۷)

یہ عبارت گواہی دے رہی ہے کہ موصوف ”مرنے کے بعد جی اٹھنے“ کو فوق الفطرت ماننے کو تیار نہیں گویا کہ انکی نظر میں یہ ایک معمولی ماتحت الاسباب کام ہے! یہ تو وحدت الوجودیوں والا انداز فکر معلوم ہوتا ہے، اللہ انھیں ہوش دے۔ ایک مومن کی نظر میں مرنے کے بعد جی اٹھنا بلاشبہ ایک اٹل حقیقت ہے اور قدرت ربانی کا ایک عظیم مافوق الاسباب کارنامہ، اور جو بھی اسے مافوق الاسباب نہ مانے تو وہ ملحد اور بہت بڑا احمق ہے! قرآن پڑھنے والا جانتا ہے کہ کفار نے ہر دور میں معجزات کو ”سحر مبین“ کہا ہے اور وہ قرآن کو بھی اس کی معجزانہ تاثیر کی وجہ سے سحر کہا کرتے تھے، اس بات کو قرآن میں متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے لیکن مسلمہ حقائق کو انتہائی غیر سنجیدگی کے ساتھ جھٹلادینا ان پر دینی منکرین کی فطرت ثانیہ بن چکی ہے چنانچہ موصوف درج بالا آیت کے ترجمے کے حوالہ سے تبصرہ فرماتے ہیں کہ:-

”..... مگر اسکے باوجود ہمارے مترجم حضرات نے یہاں بھی سحر کے معنی جادو یا جادوگری ہی

کہے ہیں“ (صفحہ ۷)

موصوف کو معلوم ہو کہ مترجمین نے یہ ترجمہ صحیح کئے ہیں کیونکہ قرآن وحدیث اور تمام مستند لغات میں یہی معنی لئے گئے ہیں اور اسکے معنی جھوٹ کے تو ہیں ہی نہیں، اسی وجہ سے قرآن کے مترجمین نے اس کے معنی جھوٹ نہیں لئے۔ اس کے لئے مشہور دمتداول تراجم دیکھے جاسکتے ہیں کہیں مذکورہ آیت کا وہ ترجمہ نہیں ملے گا جو موصوف نے کیا ہے سوائے منکرین قرآن وحدیث کے، چنانچہ اس دور کے مشہور منکر قرآن وحدیث غلام احمد پرویز نے اپنی ”لغات القرآن“ میں اس کے یہی معنی لئے ہیں جو موصوف نے پیش کئے ہیں اس لئے گمان غالب تو یہی ہے کہ موصوف نے اپنے مرشد کی لغات القرآن سے ہی استفادہ کیا ہے۔

اسکے بعد سحر کے معنی دھوکہ ثابت کرنے کیلئے سورۃ الاعراف کی آیت ۱۳۲ کے

ساتھ موصوف نے وہی کھیل کھیلا ہے جس کی نشاندہی اوپر کی سطور میں کی گئی ہے۔  
یعنی اپنے موقف کے مطابق ترجمہ و تشریح کے ذریعے اپنے باطل موقف کی تائید میں نتیجہ  
برآمد کر لیا، چنانچہ فرماتے ہیں:-

”تو اس آیت سے سحر کے معنی ”دھوکہ دینا“ معلوم ہوئے“ (صفحہ ۸)

اب قارئین خود ہی آیت کے معنی پر غور کر لیں:

وَقَالُوا مَهْمَا تَأْتَانِيهِ مِنْ آيَةٍ لِّسِحْرِنَا بَلْهَا فَمَا نَعْن لَكَ بِمُؤْمِنِينَ (الاعراف ۱۳۲)

”انہوں نے (موسیٰ سے) کہا کہ تو ہمیں مسحور کرنے کے لئے خواہ کوئی بھی نشانی لے آئے،

ہم تجھ پر ایمان لائے والے نہیں“

اوپر عرض کیا گیا تھا کہ کفار ہمیشہ ہی معجزات کو سحر کہتے رہے چنانچہ یہاں بھی  
موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو سحر سے تعبیر کیا گیا ہے لیکن موصوف قرآن وحدیث اور  
تمام کلیات سے صرف نظر کرتے ہوئے سابقہ روش کے مطابق قرآنی آیات کو پر دیزی  
لغات کا لباس پہناتے ہیں اور ”تسحرنا“ کا ترجمہ (مسحور کرنا کے بجائے) ”دھوکہ سے  
قائل کرنا“ کرتے ہیں۔ آنکھ والا دیکھ سکتا ہے کہ اس آیت میں تو ”دھوکہ“ یا ”قائل  
کرنے کے“ لئے کوئی لفظ نہیں، یہ تو موصوف کے پسندیدہ ”پر دیزی نوادرات“ ہیں اور  
یہ قرآن کی آیات میں اپنے الفاظ ٹھونسنے کا ملحدانہ انداز ہے جو یقیناً قابل مذمت ہے۔  
مشہور اور متداول تراجم میں اس آیت میں لفظ ”تسحرنا“ کا ترجمہ دھوکہ نہیں بلکہ  
جادو کیا گیا ہے جو ہر لحاظ سے درست ہے۔ موصوف خواہ مخواہ مترجمین پر برہم ہیں کہ  
انہوں نے ”لنسحرنا“ کا ترجمہ ”مسحور کرنا“ کیوں کیا اور انکی پسند کا ”دھوکہ“ والا ترجمہ  
کیوں نہ کیا! چنانچہ اپنی ناراضگی کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

”مگر اس آیت کا ترجمہ بھی ہمارے مہربان مترجموں نے یوں کیا ہے کہ ”تو ہمیں مسحور

کرنے کے لئے خواہ کوئی نشانی لے آئے“ یا ہم پر... حالانکہ کوئی بھی نشانی یا کرشمہ دیکھنے کے

لئے ہوتا ہے نہ کہ جادو کرنے کے لئے“ (صفحہ ۸)

لیکن موصوف کے فکر و شعور کی سنجیدگی و گہرائی کا اندازہ اس بات سے لگایا  
جاسکتا ہے کہ جو بات خود کہتے ہیں چند سطور کے بعد اسکی تردید بھی فرمادیتے ہیں، اسکی

ایک مثال ملاحظہ ہو:-

”ان آیات میں فوق الفطرت واقعات کو قوم فرعون جادو کا کرشمہ قرار دے رہی ہے۔“

(صفحہ ۸)

پھر اسی طرح صفحہ ۱۰ پر فرماتے ہیں کہ:

”فرعون کی قوم کے سرداروں نے آپس میں کہا کہ یقیناً یہ شخص بڑا مہر جادوگر ہے۔“

اب کوئی ان سے پوچھے کہ جب آپنے اس آیت میں سحر کے معنی جادو یا ”جادو کا  
کرشمہ“ خود ہی لے لئے تو پھر مترجمین پر کیوں برہم ہیں کہ انہوں نے سحر کا ترجمہ  
”جادو“ کر دیا! اسی طرح کتابچے کے صفحہ ۱۸ پر سورہ بقرہ کی آیت وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ  
كُفَرُوا يَعْلَمُونَ النَّاسَ السَّحَرَ کا ترجمہ لکھا ہے:

”لیکن شیاطین نے کفر کیا اور وہ لوگوں کو سحر (یعنی تعویذات اور عملیات وغیرہ سکھاتے تھے)“

(صفحہ ۱۸)

غور فرمائیے کہ یہاں بھی موصوف نے سحر کا ترجمہ ”جھوٹ یا دھوکہ“ کرتے کی  
بجائے تعویذات اور عملیات فرمایا ہے! کتابچے کے صفحہ ۱۳ پر موصوف گویا اشتیاقی فرماتے  
ہیں کہ:

”اگرچہ سحر لفظ قرآن میں زیادہ تر جھوٹ کے معنوں میں بولا گیا ہے، مگر چند مقامات پر یہ

جادو کے معنوں میں بھی بولا گیا ہے۔۔۔ (صفحہ ۱۳)

قارئین غور فرمائیں کہ موصوف اور ان کے ہمنوا نصوص قرآن اور لغات کے  
اصول و ضوابط سے بے نیاز ہیں، ان کا معیار تو بس یہ ہے کہ الفاظ کے جو معنی ان کے  
موقف سے ہم آہنگ ہوں وہی لئے جائیں گے، خواہ وہ اصول لغت اور سیاق و سباق سے  
متضاد ہی کیوں نہ ہوں! سورہ اعراف و طہ میں اگر یہ سحر کے صحیح معنی لے لیں گے تو  
انکار حدیث کے باطل موقف کی ساری عمارت ڈھ جائے گی۔ اسلئے جہاں ایسی چوٹی کا  
زور لگا کر سحر کے معنی ”دھوکہ“ اور ”جھوٹ“ ثابت کرنے پر غلے ہوئے ہیں لیکن جہاں  
ان کے باطل موقف کو خطرہ نہ ہو تو وہاں اس کے معنی جادو لیتے ہیں کوئی مضائقہ نہیں  
سمجھتے!



تو یہ ہے موصوف کے علم و آگہی، عقل و دانش، اصول پرستی اور علمی مضابطہ اخلاق کا معیار؛ دراصل اصول اور قواعد و ضوابط سے منحرف لوگوں کی تحریریں ایسی ہی تضاد بیانی کا شکار ہوا کرتی ہیں۔ اس سے قبل موصوف کے استاد مولوی بشیر احمد کی تضاد بیانی کے نمونے بھی واقواللہ میں پیش کئے جا چکے ہیں (مثال کے طور پر ملاحظہ ہو واقواللہ سوئم صفحہ ۳۰-۳۱)۔

موصوف کی مغالطہ آرائی کا پردہ چاک کرنے کے لئے یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ انبیاء علیہم السلام مامور من اللہ ہوتے ہیں۔ ان کو معجزے نبوت کی نشانی یا دعوت حق کے بین ثبوت کے طور پر عطا کئے جاتے ہیں یا انکی قوم کے مطالبے پر، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہ معجزات ایمان لانے والوں کے ایمان کی تقویت کا سبب بھی بنتے ہیں، جب کہ مدعوین دو میں سے ایک راستہ اختیار کرتے ہیں، یا تو معجزات کے مافوق الفطرت مظاہرات کو دیکھ کر نبیؐ کی رسالت پر ایمان لے آتے اور دعوت حق کو قبول کر لیتے ہیں یا انکار حق کی روش اپناتے ہوئے وہ معجزات کو ساحری قرار دے کر جھٹلا دیتے ہیں۔ سورۃ اعراف آیت ۱۳۲ میں بھی یہی بات بیان کی گئی ہے۔ دراصل احادیث صحیحہ کے انکار کے شیطانی مشن میں یہ لوگ آخری حد تک جانے پر کمر بستہ نظر آتے ہیں اور اسکے لئے قرآنی آیات کی معنوی تحریف کو انہوں نے اپنا شعار بنایا ہوا ہے۔

قارئین، جن و انس کے منصوبہ امتحان کے تحت اللہ تعالیٰ کی طرف سے شیطان کو دی گئی مہلت، شیطانی منصوبے کو چھوٹ اور مسئلہ خیر و شر پر تفصیلی بحث واقواللہ حصہ سوئم میں کی جا چکی ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۳۹، ۴۰ اور ۴۱ تا ۴۵ وغیرہ) وہاں یہ چیز واضح کر دی گئی تھی اور اس مضمون کے شروع میں بھی یہ بتایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی سلسلہ میں شیطان کو وسوسہ اندازی کی حد تک جو چھوٹ دی ہے وہ اس کو انسانوں پر اپنے مشن کی تکمیل کے لئے استعمال کر رہا ہے۔ شیطان کے بے شمار حربوں میں چند کا گزشتہ سطور میں ذکر کیا گیا تھا، ان میں سے سحر بھی ایک حربہ ہے اور اسکی اثر پذیری اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے اندر اللہ کے اذن و مشیت کے تابع ہے۔ قرآن و حدیث میں مذکور شیطانی وسوسوں اور سحر کی حقیقت نفسیاتی و تحلیلاتی حد تک ہے۔ قرآن و حدیث پر

ایمان کا تقاضہ ہے کہ ان میں مذکور باتوں کو اسی حد تک من و عن تسلیم کیا جائے اور اس میں کمی بیشی نہ کی جائے۔ گزشتہ سطور میں بتایا گیا کہ جس طرح سحر کے ذریعے ہر کام سرانجام دے دینے کا نظریہ محض باطل ہے اسی طرح اس کا یکسر انکار بھی ممکن نہیں کیونکہ اس سے قرآن و حدیث کا انکار لازم آتا ہے۔ اس پر مفصل دلائل واقواللہ سوئم و چارم میں دئے جا چکے ہیں۔ اب منکرین قرآن و حدیث اپنے باطل موقف کو بچانے کے لئے کبھی تو قرآن میں تحریف کرتے ہیں تو کبھی عقلی موشگافیوں کے ذریعے کام چلاتے ہیں۔ لیکن اگر بہ نظر غائر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کی حیثیت پرکاش کے برابر بھی نہیں۔ یوں تو ان کی پرفریب موشگافیوں سے پورا کتابچہ بھرا ہوا ہے لیکن صفحہ ۱۰-۱۱ پر جادو کے قائلین سے چند سوالات اور لفظی اشکالات کے عنوان پر جو شوٹے چھوڑے گئے ہیں وہ موصوف کی فن کاری کا شاہکار معلوم ہوتے ہیں۔ سحر کے ذریعے مافوق الاسباب یا مافوق الفطرت واقعات کے ظہور پذیر ہونے کا موصوف نے بار بار ذکر کیا ہے، یا تو یہ موصوف کا تجاہل عارفانہ ہے (کہ جانتے بوجھتے بیان کردہ حقائق سے چشم پوشی کی روش اختیار کی جا رہی ہے) یا یہ خالص فریب کاری کی روش ہے۔ اور اسکے لئے موصوف اور ان کے ہمنا مجبور نظر آتے ہیں کہ یہ طرز عمل اختیار نہ کریں تو کیا کریں، جھوٹ نہ بولیں، جھوٹے پروپیگنڈے کے ذریعے لوگوں کی آنکھوں میں دھول نہ جھونکیں تو پھر آخر کیا کریں؟؟

ہر نوع، ہماری طرف سے قرآن و حدیث پر مبنی دلائل کی روشنی میں اس مسئلے کی وضاحت حبل اللہ اور واقواللہ میں کی جاتی رہی ہے اور اس مضمون میں بھی مختلف انداز اور پیرائے میں اس مسئلے کے تقریباً ہر پہلو کو پوری صراحت سے واضح کر دیا گیا ہے اور یہ بات بار بار دہرائی گئی ہے کہ جادو کے ذریعے مافوق الاسباب یا مافوق الفطرت واقعات ظہور پذیر نہیں ہوتے اور نہ ہو سکتے ہیں، یہ نظریہ سراسر بے بنیاد اور باطل ہے اور اس قسم کی بات کرنا بھی محض حماقت ہے۔ دوسرے یہ کہ موصوف نے جس چالاکی اور چابکدستی سے ”مافوق الاسباب“ اور نظربندی کے معاملہ کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر خلط مبعث کے ذریعے آنکھوں میں دھول جھونکنے کی جو کوشش کی ہے وہ بھی اپنی

مثال آپ ہی ہے! قرآن وحدیث میں سحر کے تخیلاتی اثر کے ذریعے نظر بندی اور اس کی حدود کا تعین واقعاتی انداز میں کر دیا گیا ہے اور اسکو ایسی صراحت اور سادگی سے بیان کیا گیا ہے کہ اس میں کسی بھی قسم کے ہیر پھیر اور ابہام کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔ اور یہ بھی ایمان کا لازمی تقاضہ ہے کہ قرآن و صحیح احادیث نے جس واقعہ کو جس قدر اور جس طرح بیان کیا ہے اس کو اسی قدر اور اسی طرح مانا جائے، نہ اس میں رنگ آمیزی کی جائے اور نہ کمی بیشی۔ اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن میں بیان کردہ واقعہ سحر پر نظر ڈالئے۔

مصری جادوگروں کی ”رسیاں اور لاٹھیاں جادو کے اثر سے موسیٰ کے خیال میں دوڑتی ہوئی معلوم ہوتیں“۔ یہ تو بعینہ قرآن کے الفاظ ہیں، اور قرآن میں نہ فوق الاسباب کچھ دکھائے جانے کا ذکر ہے اور نہ کسی مافوق الفطرت کارنامہ کا، وہاں تو صرف اتنا ہی بتایا گیا ہے کہ وقتی طور پر قوت متخیلہ متاثر ہوئی اور اسکی وجہ سے آنکھوں کو دھوکہ ہوا۔ قرآن میں اسی حد تک نظر بندی کا اثبات ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے سبب سے اشیاء کی ہیت وحقیقت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اب خواجہ پرفریب انداز اختیار کرتے ہوئے اس میں رنگ آمیزی کرنا، مافوق الفطرت اور ”کن فیکون“ کے الفاظ ٹھونسنا، یہ محض قرآن وحدیث کے انکار کے لئے زمین ہموار کر کے احادیث صحیحہ سے برگشتہ کرنے کی عیارانہ چال ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ اللہ کے مخلص بندوں پر ان شیطانی چالوں کا اثر نہیں ہوا کرتا۔ مالک کائنات کا فرمان ہے ان کید الشیطن کان ضعیفا۔

جہاں تک معجزے کا تعلق ہے تو اوپر عرض کیا گیا تھا کہ یہ رب ذوالجلال کی قدرت کاملہ کا مافوق الاسباب مظاہرہ ہوتا ہے جو نبوت کی نشانی، دعوت حق کے ثبوت اور منکرین حق پر اتمام حجت کے لئے ایک ناقابل تردید اٹل حقیقت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اور سحر کے برعکس، معجزے میں اشیاء کی ہیت میں حقیقی تغیر رونما ہوتا ہے، چنانچہ کفار بے بسی کے عالم میں معجزے کو سحر قرار دے کر اپنی جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔ قرآن وحدیث میں کئی طرح کے معجزات کا ذکر ہے جن میں کچھ تو ظہور میں آنے کے بعد اسی شکل میں جاری رہتے ہیں، مثال کے طور پر چاہ زم زم اور بارہ چشمے یا

عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں برص کے مریضوں کی صحت یابی، وغیرہ جبکہ دوسری طرح کے معجزات کے ظہور پر اشیاء کی ہیت میں جو تبدیلی ہوتی ہے وہ جلد ہی اپنی اصلی حالت پر لوٹ آتی ہے جیسے انشقاق قمر، عصائے موسیٰ، پید بیضا، وغیرہ۔ معجزہ اشیاء کے مافوق الاسباب حقیقی تغیر کے ذریعے رونما ہوتا ہے اور اسکے ساتھ ہی نبی کی بے داغ شخصیت اور اس کا ماضی وحال مخاطب قوم کے سامنے ہوتا ہے اس لئے وہ نبی کی دعوت اور اس کے معجزہ کی حقانیت پر دل سے معترف ہوتے ہیں، اب یہ اور بات ہے کہ ہٹ دھرمی کی وجہ سے آبائی دین کا ساتھ دیتے ہوئے زبان سے اس کو تھٹھلا دیں۔ تاہم یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آخر نبی کی دعوت کو تھٹھلانے کے لئے کفار اس کو شاعر، کاہن اور ساحر کے القاب کیوں دیتے ہیں؟

(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ نبی کی زبان سے ادا ہونے والا کلام ربانی بے انتہا فصیح و بلیغ اور اثر انگیز ہوتا ہے اور بلاشبہ اعلیٰ ترین درجے کا ادبی شاہکار ہوتا ہے۔ اس کی بین مثال صحیح مسلم کی روایت میں مذکور واقعہ ہے جس کے مطابق ضمار رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کی زبان سے صرف حمد و ثناء کے کلمات سُنکر اس کو ”سمندر کی گہرائیوں میں اترنے والا کلام“ قرار دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے کفار نبی کو بلا جھجک شاعر کہہ دیتے ہیں۔

(۲) دوسرے یہ کہ کاہن پیشینگوئیاں کرتا ہے اور اس کی کھی ہوئی سینکڑوں باتوں میں ایک آدھ سچ نکل آتی ہے تو لوگ اسی ایک بات پر اس کی تصدیق کرتے ہیں جب کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی وحی کے ذریعے موصول شدہ غیب کی باتیں بتاتے ہیں، مستقبل کی خبریں دیتے ہیں جو سب سچی ہوتی ہیں۔ لیکن ظاہری مماثلت کی وجہ سے ہٹ دھرمی کے ساتھ انبیاء کو کاہن قرار دیا جاتا رہا ہے۔

(۳) اسی طرح ظاہری مماثلت کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کے معجزوں کو سحر قرار دیکر انبیاء علیہم السلام کو ساحر قرار دیدیا جاتا ہے حالانکہ گزشتہ سطور میں واضح کر دیا گیا ہے کہ سحر محض دھوکے اور تخیلاتی اثر کے تحت نگاہوں کو غیر حقیقت دکھانا ہی ہوتا ہے۔

درج بالا سطور سے سحر اور معجزے کے فرق کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے، ظاہر ہے کہ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق، مشرق و مغرب کا بُعد، دھوکہ اور حقیقت کا تفاوت ہے۔



لہذا معجزے اور سحر کا مقابلہ کرنا، اور ایک دوسرے کے مد مقابل ٹھہرانا سراسر حماقت ہے۔ اگر موصوف اس کو نہ سمجھ پائیں تو یہ ان کے عقل و فہم کا قصور ہے۔ اگر موصوف اس حقیقت کو سمجھتے تو صفحہ ۱۲۰، ۱۱۰، ۱۰۰ پر معجزے کے مقابلے میں سحر کے ذریعے ”ما فوق الاسباب محل بنانے“ اور ”بھینسوں کے دودھ کو خون میں تبدیل کرنے“ کے قصے بیان کر کے اپنی طفلانہ موشگافیوں اور حماقتوں کا ثبوت نہ دیتے اور قرآن میں بیان کردہ حقائق کے ساتھ ان قصوں کے ذریعے خلط ممحٹ کی سعی لا حاصل سے باز رہتے۔ یہ چیز قابل غور ہے کہ حقائق کو جھٹلانے کے لئے کس قدر دیدہ دلیری کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے، جاہلانہ قصوں اور کہانیوں پر موصوف اور ان کے پیش رو منکرین نے صفحات کے صفحات سیاہ کئے ہیں لیکن اپنے کرتوت کا مرتکب کسی اور کو ٹھہراتے ہیں، اس کا ایک اور نمونہ ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

”جب قبول آپ کے جادو کو ما فوق الفطرت واقعات ظہور میں لانے کی چھوٹ بھی اللہ تعالیٰ نے خود دے رکھی ہے، تو معجزہ اور جادو اللہ کے اذن سے ٹھہرے، یعنی معجزہ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے تو جادو اللہ کی اجازت سے ہوتا ہے، دوسرے لفظوں میں اگر اللہ اپنے حکم سے ما فوق الاسباب محل بناتا ہے تو جادوگر اللہ کی اجازت سے جادو کے ذریعے ما فوق الاسباب محل بنانا یا دکھاتا ہے۔“ (صفحہ ۱۰)

اس سے اندازہ کر لیجئے، موصوف کے مشن کی ساری عمارت ہی مغالطہ آفرینی پر استوار کی گئی ہے، چنانچہ ان کے مضمون کی ہر چند سطور کے بعد اسی کی تکرار ملتی ہے کہ جادوگر ما فوق الفطرت یہ کر سکتا ہے، وہ کر سکتا ہے (گویا کہ کچھ نہ کچھ ضرور کر سکتا ہے) جبکہ ہمارے مضامین میں بار بار اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ جادو محض دھوکہ اور فریب ہے جس کا اثر نگاہوں اور تخیلات پر حقیقت کو غیز حقیقت دکھانے تک ہی محدود ہوتا ہے، لیکن اسکے ذریعے اشیاء کی تخلیق یا قلب ماہیت (یعنی ہیت یا حقیقت کو بدلنا) کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ یہ موصوف کی لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی سعی لا حاصل ہے۔

موصوف نے اپنے مضمون کے صفحہ ۱۱ پر یہ عنوان قائم کیا ہے ”فرعون کے

ساحروں کا ایمان لانا“ اور اس عنوان کے تحت موسیٰ علیہ السلام کا مصری ساحروں کے ساتھ مقابلہ کا احوال سورۃ اعراف کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے۔ اس سبق آموز واقعہ کو بیان کرنے کی ابتداء کچھ ڈرامائی انداز میں کر کے جلد ہی اپنی منکرانہ روش پر آگئے اور اپنے ”ڈیزائن کردہ الفاظ“ کے ذریعے قرآن کی آیات کی اصلاح فرمائی شروع کر دی۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

”انھوں نے اپنی بنائی ہوئی چیزیں پھینکیں... اور بڑا ہی زبردست جادو یعنی سامان دھوکہ

وہ بنا کر لائے۔“ (صفحہ ۱۱)

یہ بات قابل غور ہے کہ قرآن نے تو پھینکی ہوئی اشیاء کو جالہم و عصیم (انکی رسیاں اور لاٹھیاں) کہا ہے جو یقیناً عام رسیاں اور لاٹھیاں ہی تھیں کیونکہ قرآن وحدیث سے کوئی ایسا ثبوت نہیں ملتا کہ ان کی ساخت میں کوئی تبدیلی کی گئی ہو۔ اسی طرح وجہ و بسعر عظیم کا مفہوم بیان کیا گیا کہ ”بڑا ہی زبردست جادو یعنی سامان دھوکہ“ بنا کر لائے تھے۔ اب کوئی ان سے پوچھے کہ یہ ”سامان دھوکہ“ اور ”بنا کر لائے تھے“ کے الفاظ آپ نے کہاں سے برآمد کئے ہیں، آیات قرآنی کے الفاظ میں تو ان کے لئے کوئی گنجائش نہیں ملتی۔ کیا موصوف قارئین کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ منشاء الہی تو وہی تھا جو موصوف اور ان کے ہمنوا بیان کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو بیان کرنے کے لئے مناسب الفاظ نہ ملے اس لئے مجبوراً آیات میں ”بنائی ہوئی چیزوں“ کیلئے جالہم و عصیم اور ”زبردست سامان دھوکہ“ کے لئے بسعر عظیم کے الفاظ استعمال کرنا پڑے! معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ۔ نعوذ باللہ من تلک الخرافات۔

ان لوگوں کے طرز استدلال پر کچھ تبصرہ گزشتہ سطور میں کیا گیا ہے۔ قرآنی آیات کی معنوی تحریف اور جملہ کے بیان کردہ قصے کہانیوں کی آیات کے ساتھ تطبیق موصوف کے استدلال کا طرۂ امتیاز ہے جو اس کتابچے میں ہر جگہ نمایاں نظر آتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی انھوں نے سورۃ اعراف کی آیات کو اپنے ہی موقف کا جامہ پہنا کر پیش کیا ہے، جس کی ایک مثال اوپر پیش کی گئی ہے۔ پھر اس واقعے کو بیان کرنے کے بعد جو تبصرہ فرماتے ہیں وہ بھی اپنی مثال آپ ہی ہے، ملاحظہ فرمائیے:

”اس واقعے کو دیکھنے کے بعد سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر دنیا میں اس قسم کے جادو کے علم کا وجود ہے جس سے مافوق الاسباب تخلیق، خلقت میں تبدیلی یا نظربندی کا کام لیا جاسکتا ہے تو ایسے علم کا جادوگرہوں سے زیادہ کس کو علم ہوگا، اور اگر ایسا علم واقعی دنیا میں ہے تو جادوگر لائچی کو اڑدھا بنا دیکھ کر ایمان کیوں لائے؟ انہوں نے یہ گمان کیوں نہ کیا کہ موسیٰ علیہ السلام ان سے زیادہ عظیم عالم ہیں کہ وہ اپنے علم کے زور سے ایسا اڑدھا بنانے پر قادر ہیں جو دوسروں کے مقابلے میں سادوں کو نکل جاتا ہے۔ لہذا انہوں نے مزید علم حاصل کرنے کے لئے سہولت کیوں نہ طلب کی؟ اور دوبارہ مقابلے کے لئے کیوں نہ کہا؟“ (صفحہ ۱۱)

قدار تین غور کریں، گتقدر طفلانہ اعتراض پر مبنی سوال اٹھایا گیا ہے اور قرآن میں بیان کردہ واقعات کو غفلت کے لئے کیسا شاطرانہ انداز اختیار کیا گیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے کے لئے لائے گئے جادوگر اپنے فن کی انتہائی بلندی پر تھے، قرآن میں انکو ساحر عظیم (سورۃ یونس آیت ۷۹) اور ساحر عظیم (البقرہ ۷۷) کہا گیا ہے۔ وہ سحر کی حیثیت و حقیقت سے بخوبی واقف تھے اور خوب سمجھتے تھے کہ جادو سے اڑدھا تو کیا ایک سٹیپلیٹا (سنانپ گایا) بلکہ ایک معمولی ذرہ تک نہیں بنایا جاسکتا۔ اس کا اثر تو پس اسی حد تک ہے کہ تحلیاتی اثراندازی سے پڑی ہوئی رسیاں اور لائشیاں دوڑتی ہوئی نظر آنے لگیں، چنانچہ انھوں نے جب عصاء موسیٰ کو اپنے سامنے اڑدھا بننے دیکھا جس نے فوراً ہی انکے سحر کو نکل لیا تو سحر اور معجزے کا فرق بالکل واضح ہو گیا اور قبول حق کی رمت اور ایمان کی صلاحیت نے بیدار ہو کر انہیں ایمان کی طرف مائل و راغب کر دیا:

قَالَ كَهَٰذَا اللَّهُ بِمُوسَىٰ وَسِيقَاہٖ إِذَا كَانُوا لَاحِظًا لِّمَا يَصْرِفُہٗ

موصوف کی قلمی اداکاریوں کے چند نمونے پیش کئے گئے۔ موصوف اور ان کے پیروؤں کی انکار حدیث کی ہم کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ سورۃ بقرہ کی آیت ۱۰۲ ہے، چنانچہ خود ہی میسم الفاظ میں اس کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

”جادو کے قائلین جادو کے وجود کا جو سب سے بڑا ثبوت دیتے ہیں وہ یہی سورۃ بقرہ کی آیت

تیسرے ۱۰۲ ہے۔“ (صفحہ ۳)

پھر بڑے ہی شکارانہ انداز میں یہ انکار حدیث کے چیمپین فریق ثالث اور ”حکم“ کا

کردار سنبھالتے ہیں اور قائلین و منکرین پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اس آیت کے ترجمے میں جادو کے قائلین اور اسکے منکرین کے درمیان زبردست نزاع ہے

اور دونوں فریق اپنے کئے گئے ترجمے کو درست ثابت کرنے میں ہی اپنی کامیابی سمجھتے ہیں،

حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔“ (صفحہ ۱۵ تا ۱۳)

تو یہ ہے موصوف کی قلمی اداکاری کا ایک نمونہ! اوپر عرض کیا گیا کہ سورۃ بقرہ آیت ۱۰۲ موصوف کی راہ کی رکاوٹ ہے چنانچہ تحریفی موشگافیوں کے ذریعے موصوف نے اپنے پیشرو مولوی بشیر احمد کی طرح اپنی راہ کے اس سب سے بڑے پتھر کو ہٹانے کی دیوانہ وار کوشش کی ہے، ترجمہ و تشریحات بھی کسی حد تک انہی کی نقل کردی گئی ہیں لیکن موصوف کی عیارانہ چالاکی کا عالم یہ ہے کہ آیت کے ترجمہ و تشریح کو ایک ساتھ تسلسل سے بیان کرنے کی بجائے اسکو ٹکڑوں میں توڑ دیا گیا ہے اور ہر ٹکڑے کا ترجمہ اور تشریح اجزاء کے تسلسل اور ربط کو بلائے طاق رکھ کر کمال چابکدستی سے اپنے مطلب کے مطابق ڈھال کر پیش کرتے چلے گئے ہیں۔ انہوں نے ایسا کیوں کیا؟ قارئین غور کریں کہ اگر موصوف پوری آیت کا ترجمہ اور تشریح ایک ساتھ کر دیتے تو آیت کا ربط اور تسلسل ہی انکے خلاف چغلی کھاتا، انکی شعبہ بازی، ہاتھ کی صفائی اور منکرانہ چالبازی کا پردہ فاش ہو جاتا اور انکے موقف کا باطل ہونا از خود عیاں ہو جاتا، اسی لئے پوری احتیاط کے ساتھ انھوں نے معنوی تحریف کے مقصد حصول کے لئے اپنے پیشرو منکرین کا انداز اپنایا ہے۔ اس سے قبل مولوی بشیر احمد نے پہلو بدل بدل کر اس آیت کی تفسیری و معنوی تحریف کا جو کھیل کھیلا وہ بلاشبہ کفر والحاد کی ایک بھیانک تصویر پیش کرتا ہے۔ اسکی بالتفصیل نشاندہی کی جا چکی ہے (ملاحظہ ہو والتقواللہ سوئم صفحہ ۲۶ تا ۳۳، والتقواللہ چارم صفحہ ۷۴ تا ۷۵)۔

یہاں موصوف کی اس آیت کی تشریح میں فریب کارانہ تحریف کو واضح کرنے کے لئے مناسب ہوگا کہ پہلے پوری آیت عام فہم ترجمے کے ساتھ پیش کر دی جائے۔

وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُو الشَّيْطَانُ عَلَىٰ مَلِكٍ سُلَيْمٍ وَمَا كَفَرِ سُلَيْمٍ وَلٰكِن الشَّيْطَانُ

كَفَرُوا يَعْلَمُونَ النَّاسَ السَّحَرُ وَمَا نَزَّلَ عَلَى الْمَلِكِينَ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَ مَا رُوتَ



وما يعلمن من احد حتى يقولوا انما نحن فتنه فلا تكفر فتعلمون منهما ما يفرقون به بين المرء و زوجته وما هم بضارين به من احد الا باذن الله ويتعلمون ما يضرهم ولا ينفعهم ولقد علموا لمن اشتراه ماله في الآخرة من خلاق ولبسوا ما شروا به انفسهم لو كانوا يعلمون

”اور پیروی کرنے لگے اسکی جو شیاطین سلطنت سلیمانؑ کا نام لیکر پڑھا کرتے تھے حالانکہ س سلیمانؑ نے تو کبھی کفر نہ کیا بلکہ کفر کے مرتکب تو شیاطین ہوتے جو لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔ اور (اسکے بھی پیچھے لگے) جو شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر نازل کیا گیا تھا۔ وہ (دونوں فرشتے) کسی کو بھی یہ علم نہ سکھاتے تھے جب تک اس سے یہ نہ کہہ دیتے کہ ”ہم آزمائش (کیلئے بھیجے گئے) ہیں لہذا تو کفر نہ کر“ (پھر بھی) یہ ان دونوں سے وہ علم سیکھتے تھے جس سے شوہر اور اسکی بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیں۔ وہ اس (جادو) کے ذریعے کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکتے تھے سوائے اللہ کے حکم کے۔ اور وہ سیکھتے تھے (وہ علم) جو انھیں نقصان پہنچاتا تھا، نفع نہ پہنچاتا تھا، اور وہ خوب جانتے تھے کہ جو اس کا خریدار بنا اسکا آخرت میں کوئی حصہ نہیں، اور کیسی بری متاع ہے جس کے لئے انھوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا، کاش انھیں معلوم ہوتا۔“

قارئین، پوری آیت معہ سلیس ترجمہ آپ کے سامنے ہے، اسکو ذہن میں رکھیں پھر موصوف کی ”گرافشانیوں“ پر نگاہ ڈالیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ موصوف نے آیت کے الفاظ کو انکی جگہ برقرار رکھا ہے یعنی الفاظ کو آگے پیچھے کرنے یا ان میں اضافے سے اجتناب کیا ہے اور اسطرح آیت کی لفظی تحریف سے گریز کیا ہے اور اس معاملہ میں اپنے پیشرو مولوی بشیر کی اتباع نہیں کی، جس نے انکار حدیث کے مشن کی خاطر بڑی بیباکی سے آیات قرآنی کی لفظی و معنوی تحریف کردہ کھائی (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو واثقواللہ حصہ چہارم صفحہ ۳۷ تا ۴۱) البتہ موصوف نے آیات کی معنوی تحریف سے کام چلانے کی خوب کوشش کی ہے جس کا مختصر جائزہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

سب سے پہلے آیت کا حصہ وما نزل علی الملکین بابل ہاروت و ماروت پیش نظر ہے۔ اس پر طبع آزمائی کرنے سے پہلے موصوف نے ”وما نزل...“ کے ”ما“ کو نافیہ

نانے کیلئے زمین ہموار کرنے کے مقصد سے یہ شوشہ چھوڑا کہ:

”اب اس کے بعد اللہ تعالیٰ سلیمان علیہ السلام کی طرح فرشتوں پر لگائے گئے بہتان کا رد

کرتے ہیں، اور فرماتے ہیں وما نزل...“ (صفحہ ۱۸)

اور پھر ”مانافیہ“ کے لئے جواز پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”اس طرح ہی فرشتوں پر لگائے گئے بہتان یعنی جادو سکھانے کا رد ہو سکے گا۔“ (صفحہ ۱۸)

”ما“ موصولہ و نافیہ کی مدلل و مفصل بحث ہمارے رسالے حبیل اللہ ۱۳ اور واثقواللہ سوئم و چہارم میں دیکھی جا سکتی ہے جہاں ہم نے پوری شرح و بسط و واضح دلائل کے ساتھ ”ما“ کا موصولہ ہونا ثابت کیا اور انکے پیشرو منکرین کی گمراہ کن تاویلات کی رکاوٹ اور بے بضاعتی کو پوری طرح واضح کر دیا ہے، قارئین اس کا مطالعہ لیں۔ اوپر مکمل آیت معہ ترجمہ موجود ہے۔ قارئین خود دیکھ سکتے ہیں ”ما موصولہ“ کے ساتھ والا ترجمہ آیت کے ربط و سیاق و تسلسل سے ہم آہنگ ہے اور آیت میں مذکور منشاء الہی کے عین مطابق، جبکہ ”مانافیہ“ کے ساتھ موصوف کا ترجمہ آیت کے ربط و سیاق و سابق سے قطعاً مطابقت نہیں رکھتا۔ اب ان افتراء پرداز فریب کاروں سے کوئی پوچھے کہ ”فرشتوں پر لگائے گئے بہتان“ کا علم انہیں کہاں سے حاصل ہوا جو اسکے رد کرنے کا شوشہ چھوڑا گیا ہے؟ یہ ”بہتان“ تو آیت میں ہی موجود ہے کہ ”وہ کسی کو نہیں سکھاتے جب تک یہ نہ بتادیں کہ ہم محض فتنہ ہیں، تم کفر نہ کرو...“۔ یہ احمق یہ بھی نہیں سوچتے کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ انکے پیشرو منکرین کی لحدانہ حماقتوں کی نشاندہی واثقواللہ میں کر دی گئی ہے۔ یہاں موصوف بھی اسی راستے پر گامزن نظر آتے ہیں، صحیح ترجمہ کو رد کرنے کے لئے جو منشاء الہی کے عین مطابق ہے جیسا کہ خود آیت کے متن سے ثابت ہے، وہی پرانے گھسے پٹے اور بے وزن دلائل دہرائے گئے:

”جادو باطل ہے، بابل میں فرشتوں پر باطل نازل ہوا اور فرشتے باطل کے ساتھ بابل میں

آئے اور اللہ تعالیٰ حق ہے، حق فرمانا ہے اور فرشتے حق کے ساتھ ہی نازل ہوتے ہیں۔“

(صفحہ ۱۸)

جادو کا باطل ہونا اظہر من الشمس ہے، اللہ تعالیٰ حق ہے، حق فرمانا ہے اور

فرشتے حق کے ساتھ ہی نازل ہوتے ہیں، ان کلیات اور حقائق سے بھلا کون انکار کر سکتا ہے مگر موصوف نے بڑی چابکدستی سے قرآنی آیات کا بے محل استعمال کر کے غلط سمجھ کے طرز استدلال سے اپنے موقف کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ذرا غور فرمائیے، موسیٰ علیہ السلام کو بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ فرعون کے پاس بھیجا، دعوت حق کے مقابلے میں فرعونی ساحروں کا جادو لے کر آنا یقیناً باطل تھا۔ یہ تو ایک اصولی بات ہے کہ باطل ہی حق کے ساتھ برسرِ پیکار ہوتا ہے۔ جبکہ سورۃ البقرہ (۱۶۳) میں یہ بتایا گیا ہے کہ دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر جو کچھ نازل کیا گیا وہ لوگوں کی فہمائش کیلئے اور بطور آزمائش تھا، اسکی متحدہ مثالیں قرآن میں موجود ہیں۔ لوط علیہ السلام کی قوم کی طرف فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں بھیجے گئے حالانکہ وہ قوم انتہائی قبیح و شرمناک ہم جنسی کے فعل بد کی عادی تھی۔ اب کوئی ان نادانوں سے پوچھے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کے ذوق کے مطابق حسین نوجوانوں کی شکل میں فرشتے بھیج کر اس قوم کو شرمناک فعل پر اکسایا تھا؟ سرکش و نافرمان قوم کو عذاب دینے سے پہلے ڈھیل دینا، یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جس کا قرآن میں کئی جگہ ذکر ہے۔ قانون سبت کے معطلے میں یہودیوں کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ سورۃ اعراف میں ساحلی بستی کے ماہی گیروں کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ قانون سبت کی پابندی سے جب وہ انحراف کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے حالات کو اور زیادہ سازگار کر دیا، ہفتہ کا دن عبادت کے لئے مخصوص تھا اور اس دن چھل پکڑنا ممنوع تھا، لیکن سنچر کے روز چھلیاں بہت زیادہ ابھر ابھر کر آنے لگیں۔ اس صورتحال کو قرآن میں بیان کیا گیا ہے:

وَسَلِّمُوا مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ هَاتَاهُمُ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَاعًا وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ كَذَّالِكَ نَبْلُوهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ (الاعراف ۱۶۳)

”اور ان سے اس گاؤں کا حال تو پوچھو جو سمندر کے کنارے واقع تھا۔ جب یہ لوگ ہفتے کے دن کے بارے میں حد سے تجاوز کرنے لگے (یعنی اس وقت کہ انکے ہفتے کے دن چھلیاں انکے سامنے پانی پر آئیں اور جب ہفتے کا دن نہ ہوتا تو نہ آئیں۔ اس طرح ہم ان لوگوں کو انکی

نافرمانیوں کے سبب آزمائش میں ڈالنے لگے۔“ یہودی ماہی گیروں نے لالچ میں آکر یہ راہ نکالی کہ دریا کے کنارے گڑھے کھودے تاکہ سنچر کے روز چھلیاں وہاں اکٹھی ہوں اور دوسرے روز وہ ان کو پکڑ لیں۔ اس طرح ڈھیل چھوڑ کر ان کو آزمائش میں ڈالا گیا اور وہ سرکشی میں حد سے آگے نکل گئے، سمجھانے والوں کی بات پر کان نہ دھرے تو پھر اللہ کے عذاب نے ان کو آلیا، سرکشی و نافرمانی میں رنگے ہاتھوں دھرائے گئے، فرمایا:

فَلَمَّا عَتَاوْا عَنْ مَا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ (الاعراف ۱۶۴)

”جب وہ پوری سرکشی کے ساتھ منکرات پر جے رہے تو ہم نے کہا ہو جاؤ ذلیل بندر“ قرآن کا بغور مطالعہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کی اس سنت سے واقف ہے۔ مومنوں کو صبر و وفا کے امتحان کے لئے مصائب میں ڈالا جاتا ہے، وہ صابر و شاکر رہتے ہیں تو یہ ان کے اجر و مراحب میں اضافے کا سبب بنتا ہے جبکہ فاسقوں اور فاجروں پر عذاب نازل کرنے سے قبل جہاں دعوت و انذار کے ذریعے اصلاح کا موقع عطا کیا جاتا ہے، پھر کافروں کے لئے ڈھیل چھوڑ کر ان کے نفس کے تقاضوں کے مطابق حالات سازگار کئے جاتے ہیں یہاں تک کہ عذاب نازل کر دیا جاتا ہے، خواہ کسی شکل میں ہو۔ درج بالا واقعات اسی اصول و کلیے کی تائید کرتے ہیں۔ چنانچہ بالکل اسی طرح ایک ”منصوبہ حق“ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بنو اسرائیل میں بھیجا، وہ دونوں لوگوں کو پہلے اللہ سے ڈراتے اور متنبہ کرتے تھے کہ ہم تمہاری آزمائش کے لئے آئے ہیں، جادو کفر ہے، تم اس کو سیکھ کر کفر کے مرتکب نہ بنو۔ غور فرمائیے کہ فرشتے اس طرح اتمام حجت کر کے اس ربانی مشن کی تکمیل کرتے تھے جس کے ساتھ وہ بھیجے گئے۔ کیا کوئی اللہ سے ڈرنے والا اس مشن و منصوبہ کو باطل قرار دینے کی جرات کر سکتا ہے؟ تف ہے ان اندھے مقلدین و منکرین پر جو بے سمجھے بوجھے آیت کی معنوی تحریف کے ذریعے آیت قرآنی کے مفہوم و منشاء کو بدل کر مشن ربانی کو باطل قرار دینے کی روش پر اڑے ہوئے ہیں! یہ طحانہ رذش محض قرآن و حدیث کے انکار کے شیطانی مقصد کے لئے اپنائی گئی ہے اور بڑے ہی فنکارانہ انداز میں سورہ حجر کی درج ذیل آیت کے بے محل استعمال



کے ذریعے اس باطل موقف کی تائید حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ما نزل الملائکۃ الا بالحق (الحجر ۸)

”ہم فرشتوں کو نازل نہیں کرتے مگر حق کے ساتھ“

اس آیت سے یہ استدلال کرنا کہ اللہ تعالیٰ سحر کے معاملہ میں اتمام حجت کے لئے فرشتوں کو نازل نہیں کر سکتا، دراصل یہ ایک شیطانی چال ہے جس کے ذریعے قرآن و حدیث میں مذکور حق کو باطل ثابت کرنے اور انکے اپنے ہمنوا منکرین حدیث و قرآن کے باطل موقف کو حق ثابت کرنے کی عیارانہ کوشش کی جا رہی ہے؛ کیا یہ ملاحظہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کو بھولے ہوئے ہیں:

ان کید الشیطن کان ضعیفا (شیطان کی چال ہے ہی کمزور)

یہاں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ سورۃ حجر کی درج بالا آیت میں فرشتوں کا حق لے کر نازل ہونے کا ذکر ہے جبکہ سورۃ بقرہ (۱۰۲) میں ما انزل علی الملکین یعنی فرشتوں پر نزول کا ذکر ہے، اور دونوں آیتوں کا محل، سیاق و سباق اور مفہوم بالکل ہی مختلف نوعیت کا ہے۔ ایک جگہ فرشتے یہ بتا کر کہ اِنَّا نَحْنُ فَتَنَةُ فَلَا تَكْفُرْ (یعنی ہم تو محض تمہارے لئے آزمائش ہیں تم کفر نہ کرو) اتمام حجت کے ذریعے مشن ربانی کی تکمیل کرتے ہیں تو دوسری جگہ نبیؐ کی دعوت کی تکذیب کرنے والوں، نبیؐ کو مجنون کہنے والوں اور دعوت حق کے ثبوت میں فرشتوں کے نازل ہونے کا مطالبہ کرنے والوں کو جواباً متنبہ کیا جا رہا ہے کہ ”ہم فرشتوں کو بس یونہی نہیں اتار دیا کرتے، وہ تو جب اترتے ہیں تو حق کے ساتھ ہی اترتے ہیں اور پھر لوگوں کو مہلت نہیں دی جاتی“۔ بات صاف ہو گئی اور فرق واضح ہو گیا۔ سورۃ حجر کی آیت میں فرشتوں کا کافروں پر بطور عذاب نازل کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، اسی لئے کہا گیا ہے کہ جب وہ حق لے کر اترتے ہیں تو پھر کافروں کو مہلت نہیں دی جاتی۔ غور فرمائیے، موصوف نے بالکل ہی مختلف پس منظر اور مفہوم کی حامل آیت کو یہاں بے موقعہ چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ انکی چالبازی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ سورۃ بقرہ آیت ۱۰۲ کی تشریح سے قبل سیاق و سباق اور پس منظر پر پورا زور لگایا گیا ہے، تقریباً عین صفحات لکھ ڈالے گئے ہیں (ملاحظہ ہوں صفحہ

۱۵، ۱۶، ۱۷) جب کہ سورۃ حجر آیت ۸ پیش کرتے ہوئے اس کے پس منظر اور اصل مفہوم کا ذرا بھی لحاظ نہ رکھا گیا؛ بات تو ظاہر ہے، موصوف اگر یہاں سیاق و سباق کا ذکر کرتے تو ان کے باطل استدلال کا تحفظ ناممکن ہو جاتا۔ موصوف اور انکے ہمنواؤں کی توشان یہ ہے کہ وہ باطل موقف کی تائید میں سیاق و سباق تو کیا آیات قرآنی کی معنوی بلکہ لفظی تحریف سے بھی گریز نہیں کرتے!

قارئین گزشتہ سطور میں موصوف اور ان کے ہمنواؤں کی تضاد بیانی کی نشاندہی کی جا چکی ہے، یہاں یہ بات بھی باعث دلچسپی ہوگی کہ ”وما نزل علی الملکین بیابل ہاروت وماروت“ میں موصوف نے ہاروت وماروت کو فرشتے تسلیم کیا ہے، اس کے برعکس انکے پیشرو مولوی بشیر ہاروت وماروت کو شیاطین قرار دے چکے ہیں، ملاحظہ ہو:

”نہ دو فرشتوں پر سحر (جادو) اتار دیا بلکہ یہ کافرانہ کام شیاطین یعنی بابل شہر میں ہاروت و

ماروت نامی دو جادوگر کرتے تھے وہ لوگوں کو جادو کی تعلیم دیتے تھے۔۔۔“ (تنزیل القرآن

فی رد سحر الشیطن صفحہ ۸)

قارئین، اس منکرین کی جماعت کے دو ”قلمکار دانشور“ افراد کے نظریات و عقائد کا فرق ملاحظہ فرمایا، مشرق و مغرب کا بعد اور زمین و آسمان کا فرق، ایک ہاروت وماروت کو فرشتے کہے دوسرا انکو شیطان قرار دے۔ بھانت بھانت کی سوچ رکھنے والے مخالفت حق کے نصب العین پر مجتمع ہیں، انہی جیسوں کے بارے میں قرآن تبصرہ فرماتا ہے:

تَحْسِبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّى (الحشر ۱۳)

”تم انہیں اکٹھا سمجھتے ہو لیکن انکے دل ایک دوسرے سے بٹے ہوئے ہیں“

اب اس آیت کے اگلے حصے پر غور فرمائیے۔

وَمَا يَعْلَمُنَ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فَتَنَةُ فَلَا تَكْفُرْ (البقرہ ۱۰۲)

اس آیت کا سیدھا ساواہ اور اصل ترجمہ تو اوپر لکھ دیا گیا ہے یعنی وہ دونوں (فرشتے) کسی کو بھی (یہ علم) نہ سکھاتے تھے یہاں تک کہ وہ کہہ دیتے کہ ”ہم تو محض آزمائش (کے لئے بھیجے گئے) ہیں پس تم کفر نہ کرو“۔ موصوف اگر اس صحیح ترجمے اور مفہوم کو مان لیں تو انکے باطل استدلال کی عمارت زمیں بوس ہو جائے۔ چنانچہ انکے لئے اسکو بدلنا

ناگزیر ہے۔ اسکو جس فنکارانہ شان سے تبدیل کیا گیا ہے وہ بھی اپنی مثال آپ ہے، ملاحظہ ہو:

”اور وہ فرشتے کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے۔ یہاں تک کہ دونوں (اپنے پاس آنے والے سے) اُحمد دیتے تھے کہ ہم تو روکنے کیلئے آئے ہیں، لہذا تو اس کفر میں مبتلا نہ ہو۔“ (صفحہ ۱۹)

قارئین، ملاحظہ کیا ان کا ترجمہ۔ ان کے اس ترجمے میں لفظ ”فتنہ“ کے معنی ”روکنے کیلئے آنے والا“ لیا گیا ہے۔ ذرا غور کریں کیا آیت کے الفاظ اس ترجمے کا ساتھ دیتے ہیں؟ کیسی بے باکی اور ہٹ دھرمی سے معنوی تحریف کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ فنکارانہ کھیل اس لئے کھیلا گیا ہے تاکہ ان کے گمراہ کن باطل نظریے پر حرف نہ آنے پائے، خواہ اس کے لئے قرآن کی کیسی ہی تحریف کیوں نہ کرنی پڑجائے! اس گروہ منکرین کا یہی انداز ہے اور اب موصوف بھی اسی راہ پر رواں دواں ہیں اور انکا طریقہ کار بھی وہی گھسا پٹا ہے جسکا ذکر اوپر کیا گیا، یعنی آیات کو اپنے معنی کا لباس پہنانے کیلئے ایک بے بنیاد دلیل پیش کر دیتے ہیں کہ ”قرآن میں فلاں جگہ یہ لفظ ان معنوں میں آیا ہے“ درآں حالیکہ ایسا ہوتا نہیں، بلکہ آیات کے الفاظ کو پہنچ تان کر سیاق و سباق سے آنکھیں بند کر کے آیت کی معنوی تحریف کرتے ہوئے اپنے موقف پر فٹ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ موصوف نے یہاں یہی انداز اپنایا ہوا ہے، چنانچہ اپنے ترجمے کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”فتنہ کا معنی قرآن میں آزمائش کے علاوہ روکنا بھی آیا ہے۔“ (صفحہ ۱۹)

اور اس کی دلیل میں سورۃ المائدہ کی آیت ۴۹ پیش کرتے ہیں۔ اس پر مزید گفتگو کرنے سے قبل مناسب ہوگا کہ لغت پر نگاہ ڈال لیں۔ لفظ فتنۃ کا مادہ ”ف فتن“ ہے جس کے اصل معنی سونے یا چاندی وغیرہ کو بگھلا کر گھوٹ کو علیحدہ کرنا اور آزمائش کرنا ہیں۔ مفہوم کے لحاظ سے قرآن میں فتنۃ مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ فتن (یفتن) جب ”عن“ کے صلہ کے ساتھ آئے تو اسکے معنی صحیح راستے سے منحرف کر دینے کے ہوتے ہیں اور اس لحاظ سے ”پھیر دینے“ یا روک دینے کے معنوں میں بھی استعمال ہو سکتا ہے مثلاً لغت میں ”فتن عن رایہ“ کے معنی پھیر دینے یا روک دینے کے آئے ہیں۔ اب

اس وضاحت کے بعد سورۃ مائدہ آیت ۴۹ کے مفہوم کو سمجھنا آسان ہے جہاں واحذرہم ان یفتنوک عن بعض ما آتزل اللہ الیک میں ”یفتنوک“ فعل مضارع معروف صیغہ جمع غائبہ مذکر ”عن“ کے صلہ کے ساتھ آ رہا ہے، چنانچہ یہاں ”یفتنوک“ کے معنی ”پھیرنے“ کے لئے جاسکتے ہیں جس کا مفہوم صحیح راستے سے ہٹانا ہی ہوگا۔ مشہور اور متداول تراجم دیکھ جائیں یہی ترجمہ ملے گا۔ بطور نمونہ چند مشہور تراجم پیش کئے جاتے ہیں:-

- ۱۔ شاہ عبد القادر دہلوی ... برکاتا
- ۲۔ شاہ رفیع الدین دہلوی ... برکاتا
- ۳۔ محمود حسن دیوبندی ... برکاتا
- ۴۔ فتح محمد جالندھری ... برکاتا
- ۵۔ وحید الزماں ... برکاتا
- ۶۔ شفاء اللہ امرتسری ... بھڑکانا
- ۷۔ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی ... بھڑکانا
- ۸۔ اشرف علی تھانوی ... بچکانا
- ۹۔ امین احسن اصلاحی ... پھسلانا
- ۱۰۔ احمد رضا خاں بریلوی ... لغزش
- ۱۱۔ ابوالاعلیٰ مودودی ... فتنہ میں ڈال کر منحرف کرنا

قارئین، ملاحظہ کیا کہ درج بالا تراجم میں کسی نے ”یفتنوک“ کے معنی روکنے کے نہیں کئے ہیں کیونکہ عربی میں روکنے یا منع کرنے کیلئے منع (مَنْعٌ) یا صَدٌّ (يَصُدُّ) کے الفاظ موجود ہیں اور قرآن میں بھی یہ الفاظ انہی معنوں میں بے شمار جگہ استعمال ہوئے ہیں، خوف طوالت نہ ہو تو بیسیوں آیات ثبوت میں پیش کی جاسکتی ہیں۔ صرف سورۃ محمد میں اللہ کے راستے سے روکنے کیلئے تین جگہ صَدٌّ وَاكَا لفظ استعمال ہوا ہے۔ گزشتہ سطور میں عرض کیا گیا تھا کہ فتن (یفتن) جب ”عن“ کے صلہ کے ساتھ آئے تو



”پھرنے یا منحرف کرنے“ کے معنوں میں لیا جائیگا اور اس صورت میں ”روکنے“ کے معنی لینے کی بھی گنجائش ہے لیکن سورۃ البقرہ کی آیت ۱۰۲ ”انما نحن فتنۃ“ (ہم تو محض فتنہ ہیں) میں ”عن“ کا صلہ موجود ہی نہیں ہے لہذا یہاں ”روکنے“ کے معنی لینا محض جہالت و ہٹ دھرمی کی بات ہے اور قرآن کی معنوی تحریف کی بے باکانہ روش ہے۔ یہاں یہ وضاحت بھی کر دی جائے کہ یہ استدلال کا علمی انداز ہرگز نہیں کہ اگر کسی مقام پر کوئی لفظ کسی مخصوص معنی میں استعمال ہوا ہے تو اسکو بنیاد بنا کر دوسری جگہ بھی سیاق و سباق سے بے نیاز ہو کر وہی معنی کر لئے جائیں۔ یہ انداز تو آیات قرآنی کا مذاق بنانے کے مترادف ہوگا۔ سورۃ حجر کی آخری آیت اسکی واضح مثال ہے، ملاحظہ ہو۔

واعبد ربک حتیٰ یاتیک الیقین (الحجۃ ۸۹)

”اپنے رب کی بندگی کئے جاؤ یہاں تک کہ تمہیں یقین (یعنی موت) آجائے“

یہاں ”یقین“ مفہوم کے لحاظ سے موت کے معنی میں آیا ہے، لیکن صوفیاء اپنے آپ کو مراسم عبودیت کی پابندی سے آزاد قرار دینے کے لئے اسی کو دلیل بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ”قرآن میں آیا ہے کہ اس وقت تک عبادت کرو جب تک تمہیں یقین نہ آجائے، اب ہم کیونکہ یقین کے مرتبہ پر پہنچ چکے ہیں، لہذا ہمیں ظاہر عبادت کی ضرورت نہیں“! بلاشبہ یہ انتہائی گمراہ کن نظریہ ہے اور احمقانہ سوچ کا مظہر۔ لیکن سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ موصوف کے طرز استدلال کے مطابق اگر ایک جگہ ”یقین بمعنی موت“ کی بنیاد پر دوسرے مقامات پر بھی یقین بمعنی موت ہی لئے جائیں تو بات کہاں سے کہاں پہنچ جائیگی!

الغرض، اس بحث سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ”انما نحن فتنۃ“ میں فتنۃ کے معنی ”روکنے“ کے لینا قطعاً جہالت ہے، اسکے لئے نہ تو سیاق و سباق میں کوئی قرینہ ہے اور نہ ہی لغت کے لحاظ سے کوئی گنجائش نکلتی ہے اور الفاظ بھی ایسے غیر مبہم اور واضح ہیں کہ کسی قسم کی باطل تاویل چل ہی نہیں سکتی۔ لغت کا عام اصول بھی یہی ہے کہ اختلاف اللغات کے موقع پر معروف معنی کو ترجیح دی جاتی ہے جو سیاق و سباق سے ہم آہنگ ہو اور عبارت کے تسلسل میں پیوست ہو سکے اور دور از تاویل معنی کو

نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اسکے برعکس منکرین قرآن و حدیث کا یہ وطیرہ ہے کہ وہ تمام اصول و قواعد سے بے نیاز ہو کر من پسند تاویل و مفہوم کے ذریعے باطل مشن کو تقویت پہنچانے کی کوشش میں سرگرم رہتے ہیں، انکے دین دایمان کا دار و مدار بس اسی پر ہے۔ اس موقع پر پھر ایک بات قارئین کی دلچسپی کے لئے پیش کی جاتی ہے، پڑھیں، لطف حاصل کریں اور ان منکرین کی فراست کی داد دیں؛ اس سے قبل انکے پیشرو مولوی بشیر نے اپنے کتابچے میں کسی محقق کے حوالے سے انما نحن فتنۃ کی تشریح کچھ اس طرح کی ہے:

”وہ (جادوگر) جو کچھ بھی کسی کو سکھاتے تھے تو کئے بغیر نہیں سکھاتے تھے کہ دیکھو ہمارا وجود

تو ایک فتنہ ہے پھر تم کیوں کفر میں مبتلا ہوتے ہو۔“ (تذیل القرآن فی رد سحر الشیطن صفحہ ۹)

اب قارئین ذرا غور فرمائیں، مولوی بشیر کی نظر میں ہاروت و ماروت دو شیطان جادوگر تھے جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے جبکہ ان موصوف محقق کی نظر میں ہاروت و ماروت دو فرشتے تھے جو لوگوں کو جادو سیکھنے سے روکتے تھے!! عجیب تماشہ ہے کہ ایک ہی گروہ کا ایک فرد جس موقف کو ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے تو دوسرے صاحب اس کی تردید کر رہے ہیں۔ دراصل اصولی موقف سے منحرف ہو کر بے بنیاد موقف اختیار کرنے والے اسی طرح تضاد بیانی کا شکار ہوا کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی کتنی ہی حماقتوں کی نہ صرف گزشتہ سطور بلکہ والہواللہ سوئم و چارم میں نشاندہی کی جا چکی ہے۔ سورۃ بقرہ کی یہ آیت اس گروہ کے باطل موقف پر ضرب کاری کی حیثیت رکھتی ہے اور یہ اسکو اپنے اپنے انداز سے انکار حدیث و قرآن کے باطل موقف پر فٹ کرنے کے جتن کرتے رہے ہیں اور ٹھوکر پر ٹھوکر کھاتے چلے جا رہے ہیں اور اس گمراہی اور ذلت و رسوائی ہی کو نادان اپنی کامیابی سمجھ رہے ہیں، یہی کچھ ان کا مقدر ہے۔ کتاب اللہ کی آیت ان پر کیسی چسپاں ہوتی ہے:

الذین ضل سبیلهم فی الحیاۃ الدنیا و ہم یحسبون انہم یحسنون صنعا (الکہف ۱۰۳)

”وہ لوگ کہ دنیا کی زندگی میں جنگی ساری سنٹی و جد راہ راست سے بھٹکی ہوئی ہے اور وہ

یہی سمجھتے ہوئے ہیں کہ وہ ٹھیک جا رہے ہیں“

اب جو بد نصیب مصلح اور داعیِ حق کا روپ دھار کے تخریب کاری پر کمر بستہ ہو جائیں، کتاب اللہ کی تحریف اور جھوٹے پروپیگنڈے کے ذریعے لوگوں کو ورغلانے اور گمراہ کرنے کو اپنی زندگی کا مشن بنالیں، انکا یہی مقدر نہ ہو تو اور کیا ہو؟ اب آیت کا اگلا حصہ ملاحظہ کیجئے:

فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بَيْنَ الْعَرَّةِ وَالزَّوْجَةِ (البقرہ ۱۷۲)

” (پھر بھی) وہ ان دونوں (ہاروت و ماروت فرشتوں) سے وہ علم سیکھتے تھے جس سے شوہر و بیوی میں جدائی ڈال دیں۔“

موصوف نے اس کا ترجمہ درست کیا ہے، یہ ان کی عجوبری ہے کہ اپنے پیشرو مولوی بشیر کی طرح ہاروت و ماروت کو شیطان کہنے کی ہمت ان میں نہیں۔ لیکن یہ ترجمہ ان کے موقف کے یکسر خلاف ہے، لہذا بڑی فنکاری کے ساتھ تشریحی موشگافی کرتے ہوئے مطلب برآری کی کوشش کی گئی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

” جادو کے قائلین اسکا مطلب لیتے ہیں کہ واقعی وہ فرشتوں سے یہ چیز سیکھتے اور فرشتے انکو سکھاتے تھے، حالانکہ بات یہ نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے... اللہ تعالیٰ اس آیت میں بنی اسرائیل کے لوگوں کی خواہش DEMOND کا ذکر کر رہے ہیں نہ کہ فرشتوں کے جادو سکھانے کا...“ (صفحہ ۱۹)

ملاحظہ فرمائیے ان علامہ صاحب کی علمی شان بے نیازی! آیت کا ترجمہ خود ہی کرتے ہیں اور تشریح کرتے ہوئے ترجمہ میں کبھی ہوتی بات کو خود ہی رد کر دیتے ہیں، کتاب اللہ کے خلاف الفاظ منہ سے نکالتے اور سپرد قلم کرتے ہوئے نہ تو جھجک محسوس کرتے ہیں اور نہ کسی قسم کا خوف! کس جرات و بیباکی سے قرآن کی بات کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں ” حالانکہ بات یہ نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے...“ گویا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ اصل بات نہیں، ان منکرین و ملحدین کا فرمایا ہوا اصل بات ہے! نفوذ باللہ من ملک خرافات الملحدین!! اب کوئی ان ظالموں سے پوچھے کہ آپ کو یہ اختیار کہاں سے مل گیا؟ شاید موصوف کی مراد DEMAND سے ہے جسے معنی ”مطالبہ“ کے ہیں نہ کہ ”خواہش“ کے۔

گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمودات اور قرآنی آیات میں ترمیم و تنسیخ کرتے چلے جائیں۔ دراصل، راتوں رات عالم بن کر اللہ کے عذاب سے بے خوف ہو کر ایسے علمی شگوفے چھوڑنے والوں کی یہی روش ہوا کرتی ہے، اور گردہ منکرین میں اکثریت ایسے ہی ”علاماؤں“ کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے، آیات قرآنی کا دھڑلے سے انکار کرتے ہیں اور اس کے جواز کے لئے معنوی تحریف کا سہارا لے کر فرماتے ہیں:

” اللہ تعالیٰ اس آیت میں بنی اسرائیل کے لوگوں کی خواہش کا ذکر کر رہے ہیں نہ کہ فرشتوں

کے جادو سکھانے کا...“ (صفحہ ۱۹)

کیا ان کے پاس وحی آگئی ہے یا کوئی صوفیوں والا نام نہاد ”باطنی علم یا علم لدنی“ انکو حاصل ہو گیا ہے جو اصول لغت اور نصوص قرآن سے بے نیاز ہو کر بڑے اعتماد سے کہہ دیتے ہیں کہ ایسا نہیں ایسا ہے۔ خود اپنا ہی کیا ہوا آیت کا ترجمہ موقف کے خلاف ہونے کی وجہ سے جھٹلا دیا جاتا ہے، گویا کہ قرآن کی بات انکے حلق سے نہیں اترتی! قرآنی آیت کے الفاظ میں جب باطل موقف کے لئے گنجائش نہیں پاتے تو کھینچ تان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ غور فرمائیے، آیت کے متن اور انکی تشریح میں کیسا تضاد ہے! یہ تو وہی طرز عمل ہے جو دیوبندی مفسروں نے اختیار کیا ہے۔ سورۃ فاتحہ کی اس آیت کا ترجمہ تو صحیح کیا ہے۔

ایاک نعبد و ایاک نستعین ” تیری ہی ہم بندگی کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں“

لیکن تشریح میں اپنا کارنامہ انجام دیدیا کہ

” اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اسکی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمت الہی اور غیر مستقل کچھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔“ (تفسیر عثمانی صفحہ ۱۲)

اس طرح متضاد تشریح کے ذریعے آیت کا انکار ہی کر ڈالا۔ یہی انداز ان

موصوف کا ہے۔ انکار حدیث و قرآن کی روش اختیار کر کے اب یہ اس طرز عمل کو



اختیار کرنے کے لئے مجبور ہیں۔

اب آئیے آیت کے اگلے حصہ پر غور کریں:

وما ہم بضارین به من احد الا باذن الله (البقرہ ۱۰۲)

”وہ اس (جادو) کے ذریعے کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے سوائے اللہ کے اذن کے“

موصوف اور ان کے منکرین ہمنوا اس صحیح ترجمے کو تو تسلیم کر ہی نہیں سکتے کیونکہ اس سے تو ان کے باطل موقف پر شدید چوٹ پڑتی ہے، چنانچہ یہ لوگ اس کو رد کرنے کے لئے مختلف حربے استعمال کرتے رہے ہیں، اور اب موصوف بھی انہی کی پیروی کرتے ہوئے ایک چال چلتے ہیں اور فرماتے ہیں:

”اب ان کی خدمت میں ایسی ہی ایک آیت پیش کی جاتی ہے، اسکا ترجمہ بھی وہ اسی طرح کریں اور پھر نتیجہ دیکھیں۔ سورہ مومن میں ہے، وما کان لرسول ان یاتی بایة الا باذن الله (المومن ۷۸) اب اسکا ترجمہ ان کے طریقے سے اس طرح ہوگا ”اور کسی رسول کے بس میں نہ تھا کہ وہ کوئی معجزہ دکھا سکتا، مگر اللہ کی اجازت سے“ یعنی موسیٰ علیہ السلام بذات خود لاشعی کو اڑھا نہیں بنا سکتے تھے مگر اللہ کی اجازت سے لاشعی کو اڑھا بنا سکتے تھے۔ دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ نے لاشعی کو اڑھا بنانے کا اختیار موسیٰ علیہ السلام کو دیدیا۔ مزید آگے جائیں تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی صفت ”کن فیکون“ میں اپنا شریک بنالیا۔“ (صفحہ ۲۰)

ملاحظہ فرمائیے، موصوف کی کج فکری اور عیارانہ چالبازی۔ ایک معمولی سوجھ بوجھ والا انسان مطالعہ قرآن کے بعد اسکا اندازہ کر سکتا ہے کہ کھینچ تان کے اس انداز کو اختیار کر کے تو قرآن کی کسی بھی آیت کو اس کے اصل اور حقیقی معنی و مفہوم سے پھیرا جاسکتا ہے؛ انکار کی روش پر چلنے والوں کا یہی انداز ہے جسکو موصوف نے اپنایا ہوا ہے۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات ہی نہیں کیونکہ ان کے تو مشن کا انحصار اسی طریقہ کار پر ہے۔

بہر نوع، اب ذرا درج بالا آیت پر غور کر لیں۔ بات یہ بتانی جا رہی ہے کہ دعوت حق سے روگردانی کرنے والی قوم جب انبیاء علیہم السلام سے معجزات کا مطالبہ

کرتی ہے تو انکو جواب میں یہی بتایا جاتا ہے کہ معجزات تو اللہ ہی کے اختیارات میں ہیں، کوئی رسول اپنی خواہش یا قوم کے مطالبے پر اپنی طرف سے معجزات نہیں لاسکتا۔ اسی حقیقت اور کلیے کو یہاں بیان کیا گیا ہے۔ موصوف کا اس بات کو اس انداز میں بیان کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو لاشعی سے اڑھا بنانے کا اختیار دیکر اپنی ”کن فیکون“ کی صفت میں شریک کر لیا انتہائی جاہلانہ فریب کاری ہے۔ کیا موصوف اس بات سے واقف نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے تو عصاء کا استعمال بھی اللہ ہی کے حکم سے کیا، اُن کو ہر مرتبہ حکم ملا: ”عصا کو پانی پر مارو، پتھر پر مارو، جادو گروں کے سامنے پھینکو“۔ اس کے باوجود ”کن فیکون“ کی بات کرنا بلاشبہ ”جرات رندانہ“ والا ہی انداز ہے اور حقائق کو توڑنے مروڑنے کی بے باکانہ روش۔ قارئین، یہ وہی گھسا پٹا حربہ ہے جسکو ”ما فوق الاسباب“ کی طرح بار بار استعمال کیا گیا ہے اور موصوف کی ان منکرانہ موشگافیوں پر گزشتہ سطور میں بھرپور تبصرہ کر دیا گیا ہے۔ غور فرمائیے، نبیؐ کی پوجا پاٹ کرنے والوں کی تو بات ہی اور ہے، لیکن قرآن کا مطالعہ کرنے والا تو بہر حال اس گلے اور حقیقت سے بخوبی واقف ہوتا ہے کہ معجزات کا ظہور صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے اذن و مشیت پر منحصر ہے، نبیؐ کی خواہش، ارادے اور مرضی کو نہ تو اس میں کوئی دخل ہے اور نہ ہی نبیؐ کو اس پر کوئی اختیار۔ اب یہاں خواہ مخواہ ”کن فیکون“ کے الفاظ ٹھونس کر آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کرنا انتہا درجہ کی احمقانہ و جاہلانہ عیاری ہے۔ اس سلسلے میں ذرا ان آیات پر بھی نظر ڈالیں جن میں عیسیٰ علیہ السلام کو عطا کردہ معجزات کا ذکر ہے:

ان قد جئکم بایة من ربکم انی اخلق لکم من البطین کھیمۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن الله وابری الاکھم والابرص واحی الموتی باذن الله (آل عمران ۴۹)

”میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نشانی لے کر آیا ہوں۔ میں تمہارے سامنے مٹی سے پرندہ کی صورت میں ایک مجسمہ بناتا ہوں اور پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ ہو جاتا ہے اور اندھے اور ابرص کو تندرست کر دیتا ہوں اور مردے کو زندہ کر دیتا ہوں اللہ کے حکم سے“

قرآن نے جس انداز سے یہاں معجزات کا ذکر کیا ہے اس سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام متعلقہ کام اپنے ہاتھ سے سرانجام دیتے ہیں لیکن معجزہ وقوع پذیر اللہ کے حکم ہی سے ہوتا ہے، جبکہ عصائے موسیٰ کے اڑدھابنے کے معاملے میں تو موسیٰ علیہ السلام کوئی کام اپنے ہاتھ سے بھی نہیں کرتے، بلکہ اس کو پھینکنے کا حکم بھی اللہ کی طرف سے صادر ہوتا ہے۔ غور فرمائیے، موصوف نے آیت کے سیدھے سادھے الفاظ کو موشگافیوں کے ذریعے کس طرح الجھانے کی کوشش کی ہے۔ ان کے استدلال کی رو سے سورۃ مومن آیت ۷۸ کا درست ترجمہ کرنا یعنی ”کسی رسول کے بس میں نہ تھا کہ وہ کوئی معجزہ دکھاسکتا سوائے اللہ کے اذن کے“ گویا نبیؐ کو اللہ کی صفت ”کن فیکون“ میں شریک کرنا ٹھہرا، یا بالفاظ دیگر ان منکرین کے موقف کی رو سے کسی نبیؐ کا اللہ کے اذن سے معجزہ دکھانا، اللہ کی صفت ”کن فیکون“ میں شریک ہونا ہے! اب ذرا سورۃ آل عمران کی اس آیت پر پھر نظر ڈال لیجیے، عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان کہ

”میں اللہ کے اذن سے اُتدھے اور ابرص کو درست کر دیتا ہوں اور مردے کو زندہ کر دیتا ہوں اللہ کے حکم سے“

کیا موصوف اور منکرین کے نقطہ نظر نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے یہ اعلان ہے کہ میں اللہ کی ”کن فیکون“ کی صفت میں شریک ہو گیا ہوں؟ سورۃ مائدہ میں اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے اُن کے معجزات یاد دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

وتبرئ الاکمه والابرص باذن الله واذا نخرج الموتى باذن الله (المائدہ ۱۱۰)

”اور (جب) تم اندھے اور ابرص کو میرے اذن سے ٹھیک کر دیتے تھے اور جب تم مردوں کو میرے اذن سے نکالتے تھے“

تو کیا موصوف کے استدلال کی بناء پر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہے کہ میں نے عیسیٰؑ کے ہاتھوں یہ ”ما فوق الاسباب“ کام کرا کے، مردے کو زندہ کرا کے، اندھے کو بینائی دلوائے اسکو اپنی صفت ”کن فیکون“ میں شریک کر لیا ہے؟ نعوذ باللہ من تلک خرافات المنکرین۔

قارئین کو یاد ہوگا، گزشتہ سطور میں معجزے پر کی گئی بحث میں یہ بات واضح کی گئی تھی کہ نبیؐ کا معجزہ دراصل رب ذوالجلال کی عظیم قدرت کا فوق الاسباب مظاہرہ ہوتا ہے جو نبیؐ کی نبوت کی نشانی کے طور پر ظہور پذیر ہوتا رہا ہے، اور اسکے وقوع میں نبیؐ کی خواہش، ارادے اور مرضی کو کوئی دخل نہ تھا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے اذن و مشیت کے تابع ہوتا تھا۔ قرآنی آیات میں اس حقیقت اور کلمے کو ”الاباذن اللہ“ کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ لیکن موصوف نے اپنے کج فکرانہ انداز سے آیات قرآنی کو بڑی ستم ظریفی سے تحنہ مشق بنایا ہوا ہے۔ اس اصول کی مزید وضاحت کیلئے چند معروضات پیش خدمت ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حق کو باطل سے اور گمراہی کو ہدایت سے بالکل الگ اور ممیز کر دیا اور انسان کو اختیار و آزادی دے کر امتحان میں ڈال دیا، کہ جو چاہے حق کو قبول کرے اور جو چاہے گمراہی کا خریدار بنے۔ اس حقیقت کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس آیت پر غور کریں:

وما کان لنفس ان تو من الابدان الله (یونس ۱۰۰)

”کوئی نفس اللہ کے اذن کے بغیر ایمان نہیں لاسکتا“

اب موصوف کے منکرانہ طرز استدلال کی رو سے کیا اس آیت کا یہ مفہوم لیا جاسکتا ہے کہ جو لوگ ایمان نہیں لاتے وہ اسوجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے کا حکم نہیں دیا! پھر تو وہ مجبور محض ہوئے، ان کی پکڑ کس طرح کی جاسکتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم تو نہیں کرتا؟ بات یہ ہے کہ آیت کا مفہوم نصوص قرآنی کے مطابق لیا جائیگا۔ بلاشبہ اللہ کی مشیت ہر شے اور ہر عمل پر حاوی ہے، اس کے اذن و مشیت کے بغیر ایک مذ کی حرکت بھی ممکن نہیں، تاہم اللہ تعالیٰ نے منصوبہ امتحان کے تحت انسان کو کچھ محدود آزادی و اختیار دے کر دنیا میں بھیجا ہے، لہذا جو ایمان لاکر عمل صالح کی روش اختیار کرے گا تو وہ اس کا صلہ پائے گا اور جو ایمان نہ لائے گا وہ محروم رہیگا۔ اللہ تعالیٰ نے



حق کو قبول کرنے کی جزاء اور روگردانی کے انجام کو بھی واضح کر دیا ہے اور انسان کو مہلت دی ہے کہ وہ جو راہ بھی چاہے اختیار کرے۔ اس کائنات کا نظام تو اللہ کے اذن و مشیت کے اصول کے تحت چل رہا ہے، اب یہ اصول اگر موصوف کے منکرانہ و لمحدانہ موقف میں فٹ نہیں ہوتا تو یہ اس نظام کا قصور ہرگز نہیں۔ یہ نظام باذن اللہ چلتا رہا ہے اور چلتا رہیگا۔ کسان ہل سے زمین تیار کر کے باذن اللہ فصل اگاتا ہے، اگاتا رہے گا، ڈاکٹر کے علاج سے مریض باذن اللہ شفاء پاتا ہے، پاتا رہیگا۔ قرآن واضح کرتا ہے کہ انسان کو مصیبت و تکلیف نہیں پہنچتی الا باذن اللہ، اور کوئی نفس موت سے ہمکنار نہیں ہوتا جب تک اللہ کا اذن نہ ہو۔ کوئی قتل نہیں ہو سکتا بغیر اللہ کے اذن کے۔ اب کوئی یہ طرز استدلال اپنائے کہ جناب جب ساحر کے سحر سے کسی کو نقصان نہیں پہنچ سکتا، نقصان تو اللہ کے اذن سے ہی پہنچتا ہے تو قاتل کے قتل سے کوئی نہیں مر سکتا، اللہ کے حکم سے مرتا ہے تو پھر قاتل کو سزا دینا تو غلط ٹھہرا، العیاذ باللہ۔ اس کا جواب قرآن و حدیث میں واضح کردہ قانون اذن و مشیت کے تحت دیا جائیگا کہ مقتول قاتل کے اقدام قتل کے نتیجہ میں مرا (بلاشبہ اللہ کے اذن و مشیت کے تحت) اور مسخو پر باذن اللہ تخیلاتی اثر ہوا ساحر کے شیطانی عمل کے نتیجہ میں، لہذا اقدام قتل کا مرتکب سزاوار ٹھہرا اور عمل سحر کا مرتکب کافرو مشرک قرار دیا گیا اور اس جرم میں سزا کا مستحق ٹھہرا۔ لیکن نہ تو قاتل ایک جان لے کر اللہ کی ”کن فیکون“ کی صفت میں شریک ہو اور نہ ہی ساحر باذن اللہ قوت مجتہلہ پر اثر انداز ہو کر اللہ کا شریک ہوا، کیونکہ اللہ کے اذن و مشیت کے بغیر نہ قاتل کسی کو مار سکتا ہے اور نہ ساحر کا سحر کسی پر اثر کر سکتا ہے، نافع و ضار (ما فوق الاسباب اور ماتحت الاسباب) صرف اور صرف اللہ ہی کی ذات ہے، کوئی اور نہیں۔ اس عقیدے سے بال برابر انحراف کرنے والا کافرو مشرک قرار دیا جائیگا۔

قارئین، موصوف اور ان کے ہمنواؤں کی تضاد بیانیوں کا ذکر گزشتہ سطور میں کیا گیا ہے کہ تمہیں کہیں اپنی کئی ہوئی بات خود ہی رد کر دیتے ہیں اور کبھی کبھی خود اپنے

موقف کو بھی جھٹلا دیتے ہیں۔ اب اسکا ایک اور نمونہ پیش خدمت ہے۔ سورۃ بقرہ (۱۰۲) کے آخری حصے پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”تو ترجمہ اس طرح ہوگا“ پھر ترجمہ کرتے ہیں۔ ”اور وہ اس (جادو وغیرہ) سے کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے، سوائے اس کے کہ اللہ ہی (اس نقصان کا) حکم دے دے“ (صفحہ ۲۰)

قارئین، ملاحظہ فرمایا، موصوف فرما رہے ہیں کہ ”جادوگر نقصان نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے کہ اللہ اس کا حکم دیدے“۔ بالفاظ دیگر ”اللہ کے اذن سے جادوگر نقصان پہنچا سکتا ہے“۔ اس طرح موصوف بالآخر جادوگر کے (باذن اللہ) نقصان پہنچانے سے اتفاق کر کے ”جادو کے قائلین“ میں شامل ہو ہی گئے اور صحیح موقف سے اتفاق کر کے انجام کار وہی بات کہی جس کو اب تک رد کرتے رہے تھے۔ لہذا اس ترجمے کا ہمارے پیش کردہ ترجمے سے مقابلہ کر لیجئے۔

”وہ اس (جادو) کے ذریعے کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے سوائے اللہ کے اذن کے“

دونوں میں کوئی فرق نہیں ملے گا، جو بات قرآن و حدیث کی روشنی میں ہم کہتے رہے ہیں، اب وہی بات موصوف بھی کہہ گئے، اب یہ اور بات ہے کہ حیلہ سازی اور پینترے بازی کے ذریعہ دفاعی موقف اختیار کریں۔

اس کتابچے کے صفحہ ۲۱، ۲۲ پر موسیٰ علیہ السلام اور ساحرین مصر کے واقعہ کو بیان کیا گیا ہے۔ موصوف اور انکے ہمنوا اگر قرآن کے بیان کردہ واقعات کو من و عن تسلیم کر لیں تو یہ انکے باطل موقف پر ضرب کاری ثابت ہو لہذا مخصوص مقامات پر تحریف کے ذریعے واقعات کو اپنے مطلوبہ پیرائے میں ڈھلنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر موسیٰ علیہ السلام سے مقابلے کے وقت جادوگر کہتے ہیں ”ابے موسیٰ تم پھینکتے ہو یا ہم پھینکتیں“۔ اسکے لئے سورۃ اعراف اور طہ میں درج ذیل الفاظ آئے ہیں:

امان تلقی و امان نکون نحن الملقین (الاعراف ۱۱۵)

” (انھوں نے موسیٰ سے کہا) تم پھینکتے ہو یا ہم پھینکتیں“

امان تلقی و امان نکون اول من تلقی (طہ ۷۵)

” (انھوں نے موسیٰ سے کہا) تم پھینکتے ہو یا پہلے ہم پھینکیں۔“

ان کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بل القوا یعنی ”تم ہی پھینکو۔“ یہ تو قرآن کے الفاظ ہیں، لیکن موصوف نے ”پھینکو“ کی بجائے ”کرتب دکھاؤ“ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اب کوئی ان سے پوچھے قرآن میں وہ کون سے الفاظ ہیں جن کا ترجمہ ”کرتب دکھاؤ“ کیا گیا ہے؟ گزشتہ سطور میں بھی اس بات کی نشاندہی کی جا چکی ہے کہ موصوف نے باطل موقف کو ثابت کرنے کے لئے زمین ہموار کرتے ہوئے قرآنی الفاظ ”رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں“ کی جگہ اپنے ڈیزائن کردہ الفاظ ”اپنی بنائی ہوئی چیزیں پھینکیں“ ٹھونسے اور جگہ و بسحر عظیم کا ترجمہ کرتے ہوئے ”اور بڑا ہی زبردست جادو یعنی سامان دھوکہ بنا کر لائے تھے“ کے الفاظ استعمال کئے۔ پھر صفحہ ۲۳ پر لکھتے ہیں:

”جب ساحروں (شعبہ بازوں) نے اپنے فن سے بنائی ہوئی خاص رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں....“ (صفحہ ۲۳)

ملاحظہ فرمائیے، ان ظالم محدود و منکروں نے آیات قرآنی کو اپنے حربوں اور کرتبوں کا میدان بنالیا ہے، کیسی بے باکی اور منکرانہ چال بازی سے قرآنی آیات کو اپنے ڈیزائن کردہ الفاظ کا جامہ پہنادیتے ہیں، اور اگر کہیں کچھ الفاظ انکے موقف سے ہم آہنگ نہ ہوں تو انتہائی چالاکي و چابکدستی سے اس مقام پر ان الفاظ کو حذف کر دیا جاتا ہے اور کہیں اپنے ڈیزائن کئے ہوئے الفاظ ٹھونس دئے جاتے ہیں۔ اس کا ایک اور نمونہ ملاحظہ کیجئے۔ ساحروں سے مقابلہ کا احوال رقم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”تو انھوں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں پھینکیں، جو موسیٰ علیہ السلام کو اور لوگوں کو اس طرح محسوس ہوئیں جیسے دوڑ رہی ہوں“ (صفحہ ۲۲)

ملاحظہ کیا، کیسی چابکدستی سے فلما القوا کے بعد آنے والے الفاظ سحر و اعیین الناس واسترہبہم و جآ و بسحر عظیم یعنی ”لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور انھیں ڈرا دیا اور بڑا زبردست جادو لائے“ غائب کر دئے اور سورۃ طہ کے الفاظ یغیل الیہ من سحرہم انھا تسعی یعنی ”موسیٰ علیہ السلام کے خیال میں اُن (لوگوں) کے سحر کی وجہ

سے رسیاں اور لاٹھیاں دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں“ بھی ہضم کر گئے۔ یہاں عبارت کے تسلسل میں ان الفاظ کو حذف کرنے میں عافیت سمجھی اور صفحہ ۲۳ پر ان الفاظ کو لائے تو ان کا ترجمہ محرف شدہ پیش کر کے کام چلادیا، ملاحظہ ہو، یغیل الیہ من سحرہم انھا تسعی کا ترجمہ کیا گیا:

”ان کی فن کاری اور (شعبہ بازی) سے موسیٰ کے خیال میں دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں“ (صفحہ ۲۳)

ملاحظہ فرمایا کہ یہاں الفاظ لائے بھی تو سحر کے ترجمے میں اپنے ڈیزائن کردہ الفاظ ”فن کاری اور شعبہ بازی“ ٹھونس دئے گئے۔ قارئین گزشتہ سطور میں بتایا گیا ہے کہ انھوں نے سورہ بقرہ آیت ۱۰۲ کے واقعات کے سلسلے میں سحر کا ترجمہ ”جادو“ کیا تھا لیکن یہاں یہ ترجمہ خلاف حکمت سمجھا گیا اور اس کی جگہ ڈیزائن کئے گئے الفاظ سے کام نکالا گیا۔ ان کے پیشرو مولوی بشیر احمد بھی اپنے کتابچوں میں یہی کھیل کھیلتے رہے ہیں یعنی مخصوص مقامات پر سحر کے لئے دوسرے الفاظ استعمال کئے اور بعض دوسرے مقامات پر سحر کا ترجمہ جادو ہی کرتے رہے ہیں۔ ہم حبیب اللہ اور داتقوا اللہ میں یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ قرآن کی آیات اور احادیث میں بیان کردہ سحر کا مطلب محض ہاتھ کی صفائی نہیں جیسا کہ گزشتہ سطور میں وضاحت کر دی گئی۔ اس کی سب سے بڑی دلیل تو نسانی کا روایت کردہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس میں عمل سحر کی نوعیت صراحت کے ساتھ بتادی گئی ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ سحر بلاشبہ کفر و شرک ہے جبکہ فن کاری یا شعبہ بازی بذاتہ کفر و شرک نہیں بلکہ محض لغو اور فسق و فجور میں شمار ہو سکتا ہے، تو پھر عمل سحر اور فن کاری یا شعبہ بازی کو ایک ہی چیز کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ سحر کے معنی اور مفہوم پر علمی بحث گزشتہ سطور میں کر دی گئی ہے، یہاں اُس کے اعادہ کی ضرورت نہیں، البتہ اس بحث کو پیش نظر رکھا جائے تو موصوف کی درج بالا آیت کی فن کارانہ تحریف و تبدیلی اور اپنے مطلب کے مطابق کمی بیشی کا بخوبی اندازہ ہو سکے گا۔



اس کے بعد سورہ یونس آیت ۸۱ کے ساتھ بھی موصوف نے یہی طرز عمل اختیار کیا ہے۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ مقابلہ کے وقت ساحرین مصر سے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا: **ما جئتم بہ السحر** یعنی ”جو کچھ تم لائے ہو وہ سحر ہے“۔ موصوف رقمطراز ہیں کہ:

”... موسیٰ نے کہا کہ جو کچھ تم نے پھینکا ہے یہ سحر (جھوٹ) ہے۔“ (صفحہ ۲۳)

پھر اگلے صفحے پر لکھتے ہیں:

”موسیٰ علیہ السلام لوگوں کو حقیقت حال بتانے کے لئے جادوگروں سے کہتے ہیں کہ یہ جو کچھ تم دکھا رہے ہو جھوٹ ہے۔ حقیقت نہیں ہے، یعنی تمہاری رسیاں اور لائٹیں دوڑ نہیں رہی ہیں (کیونکہ یہ بے جان ہیں) بلکہ محض تمہاری شعبدہ بازی کا کرشمہ ہے۔“ (صفحہ ۲۴)

قارئین ملاحظہ فرمائیں موصوف کی کارستانیوں۔ قرآن کا تو بیان ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: **ما جئتم بہ السحر** (جو کچھ تم لائے ہو سحر ہے) لیکن موصوف اس کا بدل بیان کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے اسے جھوٹ کہا تھا، درآں حالیکہ سحر کے معنی ”جھوٹ“ ہیں ہی نہیں جیسا کہ گزشتہ سطور میں واضح کیا گیا ہے، اور یہاں اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔ البتہ **ما جئتم بہ الکذب** کا ترجمہ ہوگا ”جو کچھ تم لائے ہو، جھوٹ ہے“۔ کیا موصوف قرآن کو بدلنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں؟

گزشتہ سطور میں انکی تحریفات کے چند نمونے پیش کئے گئے ہیں، موصوف پہلو بدل بدل کر کبھی تو سحر کے معنی ”جھوٹ“ کرتے ہیں اور کبھی ”شعبدہ بازی“ اور کبھی ”وہوکہ“۔ اور سحر عظیم کے معنی بیان کرتے ہیں ”بڑا ہی زبردست جادو یعنی سامان دھوکہ“۔ ”تلقی“ کے معنی لکھتے ہیں ”کرتب و کھاؤ“ اور ”جبالہم و عصبہم“ کے مفہوم کے لئے لاتے ہیں ”اپنے فن سے بنائی ہوئی خاص رسیاں اور لائٹیاں“۔ یہ ہیں ان کے منکرانہ انداز کے چند نواورات۔ دراصل آیات قرآنی کے ساتھ یہ کھیل اس منکرانہ شیطانی مشن کا خاصہ ہے کیونکہ اس روش کو اپنائے بغیر یہ لوگ اپنے منتخب کردہ گمراہی کے راستے میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتے۔ قارئین کے علم میں ہے کہ ان

کا پیش رو مولوی بشیر تو اسی شیطانی جذبہ تحریف میں جوش و خروش کے ساتھ تمام حدود پھلانگ کر اتنا آگے بڑھا کہ اس نے فرشتوں کو شیطان ٹھہرایا اور قرآن کی لفظی تحریف اور رد و بدل سے بھی گریز نہ کیا! اس پینترے بازی کی روش کے بغیر انکو اپنا کام چلنا نظر نہیں آتا لہذا ”**سحروا لعین الناس**“ میں سحر کے معنی ”وہوکہ“ کیا، ”**یخیل الیہ من سحرہم**“ میں سحر کے معنی ”شعبدہ“ لیا اور ”**ما جئتم بہ السحر**“ میں سحر بمعنی ”جھوٹ“ لیکر کام چلایا اور دیگر مقامات پر سحر کے معنی جادو لینے میں کوئی قباحت نہ سمجھی!

موسیٰ علیہ السلام اور ساحرین مصر کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے موصوف کا سارا زور اس بات پر ہے کہ کسی بھی طرح ساحروں کو شعبدہ باز ثابت کیا جائے اور کسی طرح یہ ثابت کر دیا جائے کہ وہ اپنے فن اور کاریگری سے ”خاص قسم کی“ لائٹیاں اور رسیاں ”بناکر لائے تھے“ جن کے اندر انھوں نے کوئی ایسی چیز رکھی تھی جسکی وجہ سے وہ ایک جگہ پڑے ہونے کے باوجود دیکھنے والوں کو دوڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں (صفحہ ۲۴)۔ قرآن میں متعدد مقامات پر اس واقعہ کا ذکر ہوا ہے لیکن کہیں بھی کوئی ایک لفظ یا اشارہ تک ایسا نہیں ملتا جو موصوف کے ”شعبدہ بازانہ“ موقف کو سہارا دے سکے! تو اب اس کو موصوف اور ان کے ہمنواؤں کے ”ذہن نارسا“ کا کمال ہی سمجھئے کہ بغیر بنیاد کے باطل موقف کی عمارت کو استوار کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگائے ہوئے ہیں۔ ذرا دیکھئے، کتنی آسان اور زود فہم ہے یہ بات کہ موسیٰ علیہ السلام کے سامنے اگر شعبدہ بازی ہی ہو رہی ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام کو اس فریب کا پردہ چاک کرنے میں کتنی دیر لگتی! وہ تو بلاشبہ سحر و شعبدہ بازی کے فرق اور حقیقت کو ہم سب سے زیادہ جانتے تھے، لائٹیوں اور رسیوں کو اٹھا کر دکھا دیتے اور جادوگروں کے وہوکے اور شعبدہ گروں کے شعبدے کا پردہ فاش کر دیتے۔ اس کے بجائے موسیٰ علیہ السلام تو بس یہی فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ ابھی اسے باطل کہنے دیتا ہے“۔ قرآن کے یہ الفاظ تو صاف بتا رہے ہیں کہ ساحروں کا عمل شعبدہ بازی نہ تھا بلکہ ”سحر“ تھا، اور ایسا سحر جس کو رب ذوالجلال ”سحر عظیم“ فرما رہا ہے ورنہ شعبدے کے ابطال کے لئے معجزے کی ضرورت نہیں۔

یہ بات تو معمولی عقل و فہم والا بھی جانتا ہے کہ انبیاء کے مقابلے کے لئے ہاتھ کی صفائی دکھانے والے بازیگر، شعبدہ باز قسم کے لوگ نہیں آیا کرتے۔ غور فرمائیے، انبیاء تو اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ معجزے سے باذن اللہ مردے کو زندہ کریں اور نابینا کو بینا کر دکھائیں، لاشیٰ کو حقیقی سانپ بنا دکھائیں اور انکے مقابلے کے لئے ہاتھ کی صفائی دکھانیوالے بازیگر و شعبدے باز لائے جائیں! بلاشبہ ایسی احمقانہ بات وہی کہہ سکتا ہے جو عقل سلیم سے بالکل ہی عاری ہو۔ دراصل اہم بات تو وہی ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے کہ خو قرآن نے ”حبالہم و عصیہم“ کے الفاظ استعمال کئے ہیں جن سے عموم مراد ہے یعنی عام رسیاں اور لاشیاں اور یہ اصول ہے کہ عموم میں خصوصیت پیدا کرنے کیلئے دلیل مطلوب ہوتی ہے جو یہ انشاء اللہ کبھی پیش نہیں کر سکتے!

قارئین، گزشتہ سطور میں انکی تضاد بیانی کا ایک نمونہ پیش کیا گیا تھا کہ انکے پیشرو مولوی بشیر کی نظر میں ہاروت و ماروت دو شیطان جادوگر تھے جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے جبکہ ان موصوف کی نظر میں ہاروت و ماروت دو فرشتے تھے جو لوگوں کو جادو سیکھنے سے روکتے تھے! اب ایک اور نمونہ ملاحظہ ہو۔ سورۃ اعراف کی آیت (۱۱۷) فاذا ہی تلقف ما یافکون کی تشریح کرتے ہوئے مولوی بشیر احمد نے مودودی صاحب کے ترجمہ کو اختیار کیا ہے کہ:

”آن کی آن میں وہ (معجزے سے بنا ہوا سانپ) ان کے جھوٹے طلسم کو نگلتا چلا گیا۔“

(سحر کی حقیقت از بشیر احمد صفحہ ۲۹)

اس کے برعکس اس کتابچے میں موصوف لکھتے ہیں کہ

”تلقف کہتے ہیں کسی مادی چیز کو لگنے کو“ (صفحہ ۲۲)

فرق ملاحظہ کیا، ایک محقق کے نزدیک تلقف سے مراد مادی طور سے لاشیوں اور رسیوں کو نگلتا ہوا تو دوسرے کے نزدیک غیر مادی طور سے ”جھوٹے طلسم کو نگلتا“ ہوا! اب آپ کو اندازہ ہوا کہ یہ کیسے تضاد فکری کا شکار ہیں! غور فرمائیے، یہ متضاد ذہن و فکر کے حامل افراد پر مشتمل گروہ تضاد فکری کی طرف ہی لوگوں کو بلارہے ہیں۔

قارئین، موصوف کے پرفریب طرز استدلال کا خصوصی اور مرکزی نکتہ گزشتہ صفحات میں بیان کیا گیا ہے۔ لوگوں کو فریب دینے کے لئے قرآنی آیات پیش تو کرتے ہیں لیکن اصول لغت اور نصوص قرآن سے بے نیاز ہو کر آیات کو اپنے ڈیزائن کردہ الفاظ کا جامہ پہنا کر مطلوبہ نتائج اخذ کر دکھاتے ہیں کہ ”اس آیت سے یہ ثابت ہوا۔۔۔“۔ اس کے متعدد نظائر پہلے ہی پیش کئے جا چکے ہیں، اب ان کے استدلال کی بے تمکینی اور بے وقعتی کے کچھ اور نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔ جادو گروں کے سحر کے بارے میں قرآن کے الفاظ ہیں:

انما صنعوا کید ساحر (طہ ۶۹)

اس آیت کے لفظ ”صنعوا“ کے بارے میں موصوف کی گہرا فحشانی ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

”صنعوا صنع سے ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کو مصنوعی طور پر بنانا، اسی سے لفظ صنعت

اخوذ ہے جس کے معنی ہیں خام مال سے چیزوں کو بنانا جیسے کپڑے کی صنعت، برتن سازی کی

صنعت وغیرہ۔“ (صفحہ ۲۲)

موصوف کے استدلال کی بنیاد نہ قرآن وحدیث ہے اور نہ اصول لغت، بلکہ پیش نظر ایک ہی مقصد کہ وہ معنی بیان کئے جائیں جن کے ذریعے ساحر شعبدہ گمراہ ثابت ہو سکے، اس کا سحر شعبدہ قرار دیا جاسکے اور رسیاں ولاشیاں خصوصی طور سے انکے ”اپنے فن سے“ بنائی ہوئی اشیائے شعبدہ گری ثابت کی جاسکیں! اسی کے لئے آیات قرآنی میں ہیر پھیر اور طویل بحث و تمحیص کے ذریعے زمین ہموار کرنے کی کوشش کی گئی ہے، ورنہ کون نہیں جانتا کہ لفظ ”صنع“ محض اشیاء کے بنانے اور صنعت وغیرہ ہی کیلئے استعمال نہیں ہوتا جیسا کہ موصوف نے خواہ مخواہ باطل مقصد کے لئے اسکو بالکل اسی حد تک محدود کرنے کی کوشش کی ہے جس حد تک یہ اردو میں مستعمل ہے ورنہ عربی لغت اور قرآن وحدیث میں اس کو صنعت کے علاوہ مختلف کاموں اور تدابیر وغیرہ کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے، ثبوت کے لئے کچھ آیات پیش کی جاتی ہیں۔ انسانی افعال و تدابیر اور دیگر کاموں کے لئے اس لفظ کا استعمال بکثرت ہوتا ہے، ملاحظہ ہو:



والله يعلم ما تصنعون (العنکبوت ۳۵)

”اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو“

وہم يحسبون انهم يحسنون صنعا (الكهف ۱۰۳)

”اور وہ یہی سمجھتے رہے کہ وہ سب کچھ ٹھیک ہی کر رہے ہیں“

فطری نظام کے تحت سرانجام دئے جانے والے کاموں کیلئے ”صنع“ کا استعمال ملاحظہ ہو:

والفیت علیک محبة منی ولتصنع علی عینی (طہ ۶۹)

”اور (اے موسیٰ!) میں نے اپنی طرف سے تم پر محبت ڈال دی، تاکہ تم میری نگرانی میں

پرورش پاؤ“

یہاں لفظ ”صنع“ پرورش کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

صنع الله الذي اتقن كل شيء (النمل ۸۸)

”(یہ) اللہ ہی کی صنائی ہے جس نے ہر چیز کو مضبوطی سے استوار فرمایا“

یہاں اختصار کے پیش نظر چند آیات پر ہی اکتفاء کیا گیا ہے ورنہ قرآن میں اسکی بے شمار مثالیں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ لفظ ”صنع“ حقیقی چیزوں، انسانی افعال و تدابیر وغیرہ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس سے موصوف کی لاعلمی اور انکے دعوے کی بے بضاعتی واضح ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا، موصوف جو یہ من گھڑت باہمی بلا دلیل سپرد قلم کئے چلے جاتے ہیں اس سے انکا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ اپنے کم عقل و فہم اور کم علم ہمنواؤں کو باطل مقصد پر مطمئن کر کے جمائے رکھیں۔ انکا ”ولی“ انکو تھپکی دیکر اکساتا رہتا ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ ”بس سب ٹھیک ہو رہا ہے!“

سورہ طہ کی آیت ۶۹ میں آئے ہوئے لفظ ”کید“ پر بھی کچھ خاصہ فرسائی کی گئی ہے، آیت ذرا اس پر بھی غور کر لیں۔ فرماتے ہیں کہ:

”لما صنعوا کید ساحر۔ کید سمجھتے ہیں کسی کو نقصان دینے کے لئے خفیہ چال چلنے کو، تو معنی

اس کا یہ ہوا کہ یہ جو کچھ انہوں نے مصنوعی طور پر بنایا ہے، ساحر کی خفیہ چال ہے۔ یعنی

اس سبب کو انہوں نے خفیہ رکھا ہے...“ (صفحہ ۲۲)

گزشتہ صفحات میں عرض کیا گیا ہے کہ موصوف غلط کو بھی حتمی انداز میں بیان کرتے ہیں مگر ذرا سا غور کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ یہ تو محض ”فریب اور دھوکے کا سامان“ ہے۔ ذرا موصوف کا انداز بیان ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

”تو اس آیت سے معلوم ہوا کہ ساحروں نے جو رسیاں اور لٹھیاں پھینکیں تھیں، وہ عام

رسیاں اور لٹھیاں نہ تھیں بلکہ انکی کاریگری سے تیار شدہ خاص رسیاں اور لٹھیاں تھیں جن

کے اندر انھوں نے کوئی ایسی چیز رکھی تھی...“ (صفحہ ۲۳)

اب ذرا کوئی ان سے پوچھے کہ آیت میں تو کہیں اشارہ نہیں ملتا اور آپ کہتے ہیں ”آیت سے معلوم ہوا“۔ کیا آپ کے پاس کوئی وحی آئی اور وہ سب کچھ معلوم ہو گیا جو اللہ اور اس کے رسول نے نہیں بتایا؟

دراصل کید کے لغوی معنی تدبیر اور چال کے ہیں، خواہ وہ خفیہ ہو یا ظاہر۔ یہ اور بات ہے کہ چال اکثر و بیشتر خفیہ ہی ہوتی ہے، گو کہ یہ ضروری نہیں۔ البتہ یہ لفظ دونوں طرح کی چالوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور کبھی یہ اچھے معنی میں تدبیر کے لئے بھی آتا ہے۔ اس کے ثبوت میں قرآن کی چند آیات پیش کی جاتی ہیں۔ سورہ اعراف میں آتا ہے کہ جب ساحر بن مصر موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تو قوم فرعون کے سردار فرعون سے کہنے لگے:

انذر موسیٰ وقومہ لیفسدوا فی الارض ویذکرک والہتک (الاعراف ۱۲۷)

”کیا آپ موسیٰ اور اسکی قوم کو چھوڑ دیں گے کہ وہ ملک میں فساد برپا کریں اور تیری اور

تیرے معبودوں کی بندگی سے دست کش ہو جائیں“

تو فرعون نے جواب دیا:

سقتل ابنآءم و نستحی نسآءم وانا فوقہم قاہرون (الاعراف ۱۲۷)

”ہم ان کے لڑکوں کو قتل کر ڈالیں گے اور عورتوں کو زندہ رہنے دیں گے، اور بلاشبہ ہم

ان پر غالب ہیں“

اس صورتحال کو سورہ مومن میں اسطرح بیان کیا گیا ہے:

فلما جاءهم بالحق من عندنا قالوا اقتلوا أبناء الذين آمنوا معه واستحبوا نساءهم  
(المومن ۶۵)

”پھر جب وہ (موسیٰ) ہماری طرف سے حق لے کر ان کے پاس آیا تو انھوں نے کہا کہ اس کے ساتھ جو ایمان والے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر دو اور انکی عورتوں کو زبردہ رکھو۔۔۔“  
اللہ تعالیٰ نے فرعون کی اس چال یا تدبیر کو ”کید“ کے لفظ سے تعبیر فرمایا، ملاحظہ ہو  
وما کید الکافرين الا في ضلل (المومن ۶۵)

”اور کافروں کی چال اکارت ہی گئی“

فرعون نے بنو اسرائیل کی نسل کشی کے لئے جو منصوبہ بندی کی اس کو ”کید“  
کہا گیا اور یہ چیز واضح ہے کہ یہ تدبیر یا چال اعلانیہ تھی، خفیہ تو ہرگز نہ تھی۔ اب موصوف  
کی دلیل کہ

”کید کہتے ہیں کسی کو نقصان دینے کے لئے خفیہ چال چلنے کو“

تو یکسر باطل ہو گئی اور اس بنیاد پر جو ”شعبہ گری“ کی عمارت استوار کی گئی تھی وہ بھی  
زمین پر آ رہی؛ موصوف کے اطمینان قلب کے لئے مزید ثبوت پیش خدمت ہیں۔ سورہ  
قلم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

وامل لهم ان کیدی متین (القلم ۳۵)

”میں انکو ڈھیل دے رہا ہوں، میری چال بڑی زبردست ہے“

یہاں ”کید“ اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ سورہ یوسف میں ہے،

کذالک کدنا لیوسف (یوسف ۱۷)

”اس طرح ہم نے یوسف کے لئے تدبیر کی“

یہاں بھی اللہ کی تدبیر کے لئے ”کید“ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ایک دوسری جگہ یہ لفظ  
دوسرے لوگوں اور اللہ دونوں کی تدبیر کے لئے استعمال ہوا ہے،

انهم یکیدون کیدا ویکید کیدا (الطارق ۱۵، ۱۶)

”یہ لوگ تو اپنی تدبیروں میں لگے ہوئے ہیں اور میں اپنی تدبیر کر رہا ہوں“

سورہ انبیاء میں ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کو دھمکی دیتے ہیں:

واتلہ لا کیدن اصنامکم بعد ان تولوا مدبرین (الانبیاء ۵۷)

”اور اللہ کی قسم میں تمہارے بتوں کے ساتھ چال چلوں گا جب تم موجود نہ ہو گے“

اور اس دھمکی کو عملی جامہ پہنایا گیا، بتوں کو پاش پاش کر کے رکھ دیا گیا۔ کیا ابراہیم علیہ  
السلام کی چال خفیہ تھی؟ سورہ انبیاء میں دوسری جگہ فرمایا،

وارادوا به کیدا فجعلنهم الاخسرین (الانبیاء ۷۵)

”انھوں نے اس کے ساتھ برائی کی چال چلنا چاہی مگر ہم نے انکو بری طرح ناکام کر دیا“

ظاہر ہے کہ قوم ابراہیم کی جس چال کی طرف یہاں اشارہ ہے وہ ان کو آگ میں ڈال دینا  
ہے اور یہ کوئی خفیہ کاروائی تو نہیں۔ سورہ صافات میں فرمایا،

فارادوا به کیدا فجعلنهم الاسفلین (الصافات ۴۸)

”انھوں نے اس کے ساتھ ایک (بری) کاروائی کرنا چاہی مگر ہم نے انکی کو پسپا کر دیا“

یہاں ابراہیم کو آگ میں ڈالنے کی کاروائی کو کید کہا گیا ہے۔ سورہ مومن میں فرمایا،

وما کید فرعون الا في تباب (المومن ۳۷)

”اور فرعون کی تمام تر چال بازی اسکی اپنی تباہی کا ہی سبب بنی“

اب تو موصوف کو اپنی حماقتوں سے رجوع کر لینا چاہیئے۔ ”صنع“ اور ”کید“

کے من پسند معنی اور جاہلانہ ہیر پھیر اور محرفانہ تاویل کی بنیاد پر جو شعبہ گری کی عمارت  
اٹھائی گئی تھی وہ تو اب زمیں بوس ہو گئی، جادو گروں کے ”فن اور کاریگری“ اور ساتھ

ہی موصوف کی فن کاری کا پروہ فاش ہو گیا؛ ثابت ہو گیا کہ ساحرین مصر کچھ بھی خفیہ طور  
سے اپنے ”فن اور کاریگری“ سے بنا کر نہیں لائے تھے، قرآن کے بیان کے مطابق وہ عام

لاٹھیاں اور رسیاں ہی لائے تھے۔ اب یہ بھی ستم ظریفی ہے کہ یہ ملاحظہ قرآن میں بیان  
کردہ ”سحر عظیم“ کو شعبہ قرار دے کر قرآن کے الفاظ کے انکار اور اسکی معنوی

تخریف کو اپنی کامیابی سمجھتے ہیں، ہم موصوف کو پھر یاد دلائیں گے کہ

ان کید الشیطن کان ضعیفا



سورۃ اعراف کی آیت ۱۱۲ کے ساتھ بھی موصوف نے وہی لہجہ نہ و منکرانہ رویہ اختیار کیا ہے اور رنگ آمیزی و طمع سازی کے ذریعے آیت کے فشاء و مفہوم کو یکسر بدل ڈالنے کی مذموم کوشش کی ہے۔ ”نظروں اور دلوں پر جادو کا اثر“ کے عنوان کے تحت گہرا فحشانی فرماتے ہیں، ملاحظہ ہو:

”جادو کے قائلین کہتے ہیں کہ جادو کا اثر دل و نظر پر ہو جاتا ہے۔“

اس کی وضاحت سے قبل قارئین آیت معہ ترجمہ ملاحظہ کر لیں:

فلما القوا سحروا عین الناس واسترہبوا وجہاً وبسحر عظیم (الاعراف ۱۱۲)

”تو جب انہوں نے (رسیاں و لاٹھیاں) پھینکیں تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور انکو

ڈرا دیا، اور وہ زبردست جادو لائے تھے“

یہ آیت آنکھوں پر سحر کے اثر کو صراحت کے ساتھ بیان کرتی ہے اور موصوف کے منکرانہ نظریے پر ضرب کاری ہے، لہذا اسکی معنوی تحریف اور معنی میں رد و بدل کرنا انکے لئے ناگزیر ہے۔ چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لئے کتابچے کے صفحہ ۲۵ پر وہی گھسا پٹا رنگ آمیزی و طمع سازی کا انداز اختیار کیا گیا ہے۔ درج بالا آیت میں بیان کردہ واقعہ کو جھٹلانے کیلئے کیسا خیر سنجیدہ انداز اختیار کیا گیا ہے، ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

”رہ گئی بات ڈرانے کی تو یہ ان شعبہ بازوں کا روزمرہ کا معمول ہے۔۔۔ اسی طرح ان

ساحروں (شعبہ بازوں) نے بھی لوگوں کو یہ کہہ کر ڈرایا ہوگا کہ دیکھو ہم ان لاٹھیوں اور

رسیوں کو سانپ بنانے لگے ہیں۔ ہمارے نزدیک نہ آنا اگر کسی کو ہمارے بنائے ہوئے

سانپوں نے کاٹ لیا تو ہمیں دوش نہ دینا، یا اسی طرح کی اور باتیں کر کے لوگوں کو ڈرایا

ہوگا۔“ (صفحہ ۲۵)

غور فرمائیے، موصوف نے قرآن میں بیان کردہ واقعے کی تردید اور اپنے باطل موقف کی تائید و تقویت کے لئے تاویل و توجیہ کا کس قدر ناشائستہ انداز اپنایا ہے، اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب سے کیسی بے خوفی ہے! اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے کا یہ انداز ہرگز نہیں ہو سکتا، وہ تو کلام ربانی کا دل و جان سے احترام کرنے والا ہوتا ہے، اسکی

تلاوت اور اس پر غور و فکر سے اس کے دل پر رقت طاری ہوتی ہے اور آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں۔ وہ تو اس مقدس کلام پر من و عن ایمان لاتا ہے، اس میں کمی بیشی، رد و بدل اور تحریف و تبدل کا تصور بھی نہیں کر سکتا، کجا یہ کہ ایسے قیاسی گھوڑے دوڑائے ”یہ گمکر ڈرایا ہوگا“ یا ”اور باتیں کر کے ڈرایا ہوگا“ اور ”ہمارے بنائے ہوئے سانپوں کے قریب نہ آنا“ وغیرہ۔ کلام اللہ کے ساتھ یہ ذہنی عیاری اور حاشیہ آرائی، افسانوی انداز میں طمع سازی کی غیر سنجیدہ روش ہے اور یہ سب کچھ صرف اور صرف اس لئے کیا گیا ہے کہ کسی نہ کسی طرح قرآن کے بیان کردہ ”سحر عظیم“ کو اپنے خانہ ساز معنی کے مطابق ڈھال لیا جائے، العیاذ باللہ!

پھر اس سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے موصوف سرخی جہاتے ہیں ”موسیٰ علیہ السلام کا ڈرنا“ اور اس عنوان کے تحت بڑے ہی جزم کیساتھ موسیٰ علیہ السلام کے ڈرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”تو ان آیات میں بتا دیا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے دل میں ڈر مغلوب ہو جانے کا تھا۔۔۔“

(صفحہ ۲۶)

موصوف کے دجل و فریب کا پردہ چاک کرنے کے لئے ذرا ان آیات پر پھر سے غور کر لیا جائے جن کے بارے میں موصوف نے دعویٰ کیا ہے کہ ”ان آیات میں بتا دیا گیا۔۔۔“۔ سورۃ طہ کی آیات میں واقعہ سحر بیان کرتے ہوئے بتایا گیا کہ جب مصری جادوگروں نے رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں تو سحر کے تخیلاتی اثر سے موسیٰ علیہ السلام (اور دوسرے لوگوں) کو وہ دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں اور اسکی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام نے (اور لوگوں کی طرح) دل میں ڈر محسوس کیا۔ قرآن کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

فاذا جبالہم وعصیہم یخیل الیہ من سحرہم انہا تسعی فاوجس فی نفسہ خیفۃ

موسیٰ (طہ ۲۷، ۲۸)

”تو یکایک انکی رسیاں اور لاٹھیاں موسیٰ کے خیال میں انکے سحر کے سبب دوڑتی ہوئی معلوم

ہوئیں۔ پس موسیٰ نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا“

آیات کے ربط و تسلسل کے ساتھ معنی پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ خوف بشری تقاضے کے تحت سحر کے اُس اثر کی وجہ سے پیدا ہوا تھا جس سے کہ رسیاں اور لاٹھیاں دوڑتی ہوئی محسوس ہونے لگی تھیں اور یہ کیفیت نہ صرف موسیٰ علیہ السلام بلکہ دوسرے لوگوں کے دلوں میں بھی پیدا ہوئی تھی، جس کو قرآن نے واضح فرمادیا ہے کہ

سعدوا عین الناس واسترہبوا (الاعراف ۱۷۷)

”لوگوں کی آنکھوں پر انھوں نے جادو کر دیا اور انکو ڈرا دیا“

قارئین، آیات قرآنی کا مفہوم اور غشاء تو صاف اور واضح ہے لیکن انکار کی روش اختیار کرنے والے رنگ آمیزی کر کے ”یہ ٹکڑ ڈرایا ہوگا، سانپ بناوونگا وغیرہ“ اپنا مطلب اخذ کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ”اس آیت سے یہ ثابت ہو گیا، آیت نے یہ بتا دیا، وغیرہ“ لیکن ان طہدین کے ظلم کی انتہا تو یہ ہے کہ اپنے شیطانی موقف کو تقویت دینے کیلئے نبی علیہ السلام پر بھی اتہام طرازی سے باز نہیں رہتے۔ ان کے پیشرو نام نہاد علامہ نے فرشتوں کو شیطان قرار دے کر ان کے لئے راہ ہموار کر دی ہے۔ اب یہ ظالم شخص اللہ کے اولوالعزم رسول پر یہ الزام لگا رہا ہے کہ اُن کو ”مغلوب ہو جانے کا ڈر تھا“۔ ذرا کوئی ان مفکرین سے پوچھے کہ موسیٰ علیہ السلام کو آپ کے بقول ”مغلوب ہونے کا“ ڈر تھا تو دوسرے تمام لوگوں کو کس بات کا ڈر تھا؟ قرآن بتا رہا ہے کہ سارے تماش بین جادو گروں کے اثر سے ڈرے اور یہی کیفیت موسیٰ علیہ السلام کی تھی۔ کیا یہ احمق اتنا بھی نہیں جانتے کہ نبی کا مشن تو اللہ کا مشن ہوتا ہے۔ پھر کیا نبی کے دل میں اس قسم کے خوف کا شائبہ بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ اللہ کا مشن شیطان کے مقابلے میں مغلوب ہو سکتا ہے، یعنی اللہ کے مقابلے میں شیطان غالب؟؟ معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ! یہ تو نبی کے ایمان باللہ اور توکل علی اللہ پر صریح الزام بلکہ بہتان عظیم ہے۔ دراصل جن کی نظر میں اللہ کے مقابلے میں شخصیات کا وقار زیادہ اہم اور محبوب تر ہو ان ظالموں سے کچھ بھی

بعید نہیں کہ وہ اللہ اور اسکے رسول کے بارے میں کیا کچھ نہ کہیں! اب یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ موصوف نے اپنے باطل شیطانی موقف کی تائید کے لئے بے سرو پا اور غیر سنجیدہ تاویلات و توجہیات کا سہارا لیا ہے۔ کہیں موسیٰ علیہ السلام سے یہ قیاسی بات منسوب کی ہے کہ ”میں نے لاٹھی پھینکی اور اللہ نے اسکو اڑوہا نہ بنایا تو میں مغلوب ہو جاؤں گا اور جادوگر کامیاب ہو جائیں گے“ (صفحہ ۲۷) اور کہیں اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر کے اللہ پر ایمان و توکل کی شان پر چوٹ کی ہے کہ:

”... اور موسیٰ علیہ السلام نے دیکھ لیا کہ جادوگر تو بے جان لاٹھیوں اور رسیوں کو شعبدہ

بازی سے لوگوں کو دوڑتی ہوئی دکھانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ یہ تو ان کے ہاتھ کا کام تھا جو انہوں نے کر دیا، مگر میرا معاملہ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ میں لاٹھی پھینکتا ہوں، وہ اڑوہا بنتی ہی نہیں تو میں کیا کرونگا، یا اگر بن بھی گئی تو میں یہ بات لوگوں کو کیسے باور کراؤنگا کہ میری لاٹھی تو جج جج کا اڑوہا بنی ہے اور وہ حقیقت میں حرکت کر رہا ہے، اور انکی لاٹھیاں اور رسیاں محض حرکت کرتی محسوس ہوتی ہیں، وہ حرکت کر نہیں رہیں، تو یہ بات سوچ کر موسیٰ علیہ السلام گھبر جاتے ہیں...“ (صفحہ ۲۷)

ملاحظہ فرمائیے، موصوف کے بے مہار قلم نے انکے عیار ذہن کی کیسی ترجمانی کی ہے، العیاذ باللہ! اللہ کے برگزیدہ نبی کا تو کہنا ہی کیا کہ وہ تو بلاشبہ یقین و توکل کی اعلیٰ ترین صفات کا حامل ہوتا ہے، رب ذوالجلال سے اسکا بذریعہ وحی قریبی تعلق رہتا ہے، ہر قدم پر اللہ کی رہنمائی شامل حال رہتی ہے، اسکے تو ذہن و خیال میں بھی اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے بارے میں غیر یقینی کیفیت یا شک کا ذرا سا شائبہ تک نہیں آسکتا، نبی کے بارے میں ایسا نظریہ رکھنے والا تو ایمان باللہ اور ایمان بالرسول سے قطعاً عاری اور نابلد تصور کیا جائیگا، ہمارا تو حق الیقین ہے کہ اس مقدس مشن کا ساتھ دینے والے ایک مخلص اور باشعور مومن کو بھی اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت پر پورا ایمان اور اسکے وعدہ پر بھرپور یقین ہوتا ہے کہ ساری دنیا کے شر پسند عناصر باہم مل کر اللہ کے مشن کا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ کیا کتاب اللہ کا سمجھ کر مطالعہ کر نیوالا ایسی لغو غیر سنجیدہ بات کر سکتا ہے؟



اللہ کے برگزیدہ نبیؑ کی شان تو کل و تحقیق کا تو کہنا ہی کیا، ہر مخلص بندہ اللہ کی تائید و نصرت کو ہمہ وقت شامل حال ہونے پر پورا یقین رکھتا ہے، تو اب لمحہ فکریہ ہے کہ کیا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کے وعدے پر یقین نہ تھا یا (معاذ اللہ) انکے اندر توکل علی اللہ کا فقدان تھا جو انہوں نے وہ سب سوچنا شروع کر دیا جو اس جاہل مطلق نے اپنے کتابچے کے صفحہ ۲۷ پر اللہ کے اس اولوالعزم پیغمبر سے منسوب کر کے رقم کیا ہے؟

ان کی کتابیں تو انکی حماقتوں اور جہالتوں کا پلندہ ہی نظر آتی ہیں، پڑھئے اور سر دھنئے! اب آئیے ذرا دیکھیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جب موسیٰ علیہ السلام کو منصب نبوت پر فائز فرما کے اس عظیم مشن پر روانہ کیا تو ان کے اطمینان و تقویت قلب کے لئے کیا کچھ نہ فرمایا تھا، ملاحظہ ہو، فرعون کے پاس جا کر دعوت دینے کا حکم ملتا ہے:

اذھب الی فرعون انه طغیٰ (النازعات ۱۷)

”جاؤ فرعون کے پاس، وہ سرکش ہو گیا ہے!“

موسیٰ علیہ السلام کو بحیثیت بشر اپنی کمزوریوں اور اس وقت کی صورتحال کا شدید احساس تھا، اور وہ اسکا اظہار کرتے ہیں اور اپنے بھائی ہارونؑ کو بھی اس مشن میں شامل کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبیؑ کی التجا کو قبول فرماتا ہے اور تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے:

قال کلا فاذهبا بایتنا انا معکم مستمعون (الشعراء ۶۵)

”(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: ہرگز نہیں، تم دونوں ہماری نشانیں لے کر جاؤ، ہم تمہارے ساتھ ہیں، (سب کچھ) سنتے رہیں گے“

قال لاتخافا اننی معکم اسمع و اریٰ (طہ ۴۲)

”(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: تم دونوں ڈرنا نہیں، میں تمہارے ساتھ ہوں، سب کچھ سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں“

قارئین، درج بالا آیات کا مطالعہ کر کے موصوف کی صفحہ ۲۷ پر درج کردہ خرافات پر پھر ایک نظر ڈال لیں۔ کیا موصوف کی نظر میں موسیٰ علیہ السلام کا ایمان ایسا کمزور تھا

جس کا نقشہ موصوف نے پیش کیا ہے، اور کیا وہ ایسے کمزور دل اور کم ہمت تھے کہ معمولی آزمائش میں ”گھبرا جائیں“ اور ہوش و حواس کھو بیٹھیں یہاں تک کہ اللہ کی تائید اور نصرت غیبی سے مایوس ہو کر ان شیطانی وساوس کا شکار ہو جائیں جن کو موصوف نے صفحہ ۲۷ پر موسیٰؑ کی طرف منسوب کیا ہے؟ دراصل راہ حق سے منحرف ہو کر منکر و ملحد اپنے دشمن شیطان کے ہاتھ میں کھلونا بن جاتا ہے، وہ ایسا غیر سنجیدہ اور بے باک ہو جاتا ہے کہ اسکی لسان و قلم جیسی بھی زہر افشانی کرے وہ اس کو اپنی کامیابی ہی سمجھتا رہتا ہے۔

قارئین نے ملاحظہ کیا، موصوف انکار قرآن و حدیث کی شیطانی مہم میں کس طرح دیوانہ وار آگے بڑھتے جا رہے ہیں، اللہ کے اولوالعزم پیغمبر کی شان میں بے باکانہ و گستاخانہ الزام تراشی اور افتراء پردازی کو اپنی کامیابی تصور کرتے ہیں، عصمت انبیاء کے نام پر موصوف خود ہی عصمت انبیاء پر حملہ آور ہیں۔ ذرا انکی جسارت ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

”یہ بات سوچ کر موسیٰ علیہ السلام گھبرا جاتے ہیں.... اور ہوا بھی یہی۔“ (صفحہ ۲۷)

غور فرمائیے، موصوف کی نظر میں موسیٰ علیہ السلام جادو گروں کے مقابلہ میں مغلوبیت کے خوف سے ”گھبرا جاتے ہیں“ کیا موصوف کی نظر میں ایک اولوالعزم پیغمبر کی شخصیت میں حلم و اناة اور صبر و استقامت کے اوصاف کا فقدان ہے کہ وہ تائید ربانی سے مایوس ہو کر گھبرا جاتے ہیں؟ اور موصوف کی حماقتوں پر بھرپور تبصرہ کیا جا چکا ہے، جہاں یہ بات قطعاً انداز میں واضح کر دی گئی تھی کہ اللہ کا جلیل القدر نبیؑ تو اللہ کی تائید و نصرت پر ایمان و یقین کے معاملے میں عین الیقین، حق الیقین اور قلب مطمئنہ کے اعلیٰ ترین اوصاف سے متصف ہوتا ہے، اسکے توکل اور تحقیق کی شان تو ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہوتی ہے، اور کسی کی کیا مجال کہ نبیؑ کے ایمان و توکل پر تنقید و تبصرہ کرے، بلکہ نبیؑ کے مقرب اصحاب و حواری بھی ریب و شک اور ایمان و توکل کی ایسی کمزوری کا شکار نہیں ہوا کرتے جسکا نقشہ موصوف کی ملحدانہ تحریر پیش کر رہی ہے! اللہ تعالیٰ نے مومنین صادقین کی ”ثم لم یرتابوا“ کی صفت کا تذکرہ سورہ حجرات میں فرمایا ہے اور واضح فرمایا کہ جو اللہ اور رسول پر ایمان لاکر ارباب (شک و شبہ) کے مرض کا شکار نہ ہوں بس وہی سچے مومن ہیں۔ یاد رہے کہ ایک معمولی عقل و دانش والا شخص بھی ایسی

بے نیکی اور بے سروپا بات نہ کرے گا، ہاں دین حق کے دشمن کے لئے ایسی بے پرکی اثرانا اور اللہ کے رسولؐ پر زبان طعن و راز کرنا اور ہتک آمیز تبصرے کی جرأت کرنا کوئی دشوار نہیں، ایک سچا اور صلح مومن تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا، العیاذ باللہ۔

کیسی ستم ظریفی کی بات ہے کہ موصوف نے سورہ طہ کی آیت ۶۸ کو اپنے باطل استدلال کے لئے حیلہ یا قرینہ بنانے کی کوشش کی ہے، چنانچہ ذرا اس پہلو پر بھی غور کرنا مناسب ہے۔ جیسا کہ اوپر کی سطور میں واضح کیا گیا سورہ طہ کی آیات بتا رہی ہیں کہ جب یکایک موسیٰ علیہ السلام کو ساحروں کی رسیاں اور لاٹھیاں اُنکے سحر کے سبب سے دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں تو (اور لوگوں کی طرح) موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے دل میں ڈر محسوس کیا (طہ ۶۶، ۶۷) اور یہ ڈر مشن ربانی کے ناکام یا مغلوب ہونے کے شک یا خدشہ کی وجہ سے ہرگز نہ تھا بلکہ یہ خوف محض اس بشری تقاضے کے تحت تھا جو ایسے موقع پر انسان کے دل میں فی الفور پیدا ہو جاتا ہے خواہ وہ نبی ہو یا غیر نبی۔ سورہ اعراف کی آیت ۱۱۲ بتاتی ہے کہ ساحروں کے ”سحر عظیم“ نے جو لوگوں کی آنکھوں پر ہوا لوگوں کو ڈرا دیا یعنی جب رسیاں اور لاٹھیاں لوگوں کو دوڑتی نظر آئیں تو اس کو دیکھ کر وہ ڈر گئے اور ان میں موسیٰ علیہ السلام بھی شامل تھے، سورہ طہ کی آیت بھی یہی بتا رہی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو بھی لاٹھیاں اور رسیاں دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں اور اس سے وہ ڈر گئے۔ قرآن نے لوگوں کے ڈرنے اور موسیٰ علیہ السلام کے ڈرنے کی وجہ ایک ہی بتائی ہے یعنی سحر سے لاٹھیوں اور رسیوں کا دوڑنا، ہوا محسوس ہونا۔ لہذا اس خوف کی کیفیت کو زائل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو تسلی دی کہ ”اے موسیٰ، ڈرو نہیں، بلاشبہ تم ہی غالب رہو گے...“۔ غور فرمائیے، آیت کے الفاظ ”بلاشبہ تم ہی غالب رہو گے“ محض فطری اور وقتی حالت خوف میں تسلی کے طور پر کہے گئے ہیں۔ نبیؐ کے ذہن و خیال میں کسی قسم کے احساس مغلوبیت یا تائید ربانی کے بارے میں شک و شبہ کا تو شائبہ تک پیدا نہیں ہو سکتا، ایسا تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اندازہ کیجئے ان الفاظ کا یہ مفہوم لینا کس قدر حماقت و جہالت ہے!

یہاں یہ عرض کر دینا مناسب ہوگا کہ قرآنی آیات کی تشریح میں سیاق و سباق اور

آیات کا باہم ربط و تسلسل ملحوظ رکھا جاتا ہے اور آیات کی ایسی تشریح قابل قبول نہیں ہوتی جو نصوص قطعہ کے خلاف ہو، بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ نصوص قطعہ، سیاق و سباق اور آیات کے ربط و تسلسل سے بالکل ہی بے نیاز ہو کر محض کسی ایک لفظ یا چند الفاظ کے قرینہ پر انحصار کر کے آیات کے معنی بیان کرنے سے مفہوم میں فساد عظیم پیدا ہو سکتا ہے۔ اس اہم مسئلہ کی وضاحت کے لئے کچھ آیات پیش کی جاتی ہیں۔

سورہ بقرہ میں فرمایا کہ

وَلَنَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودَ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ (البقرة ۱۲۰)

”یہودی تم سے ہرگز راضی نہ ہونگے اور نہ عیسائی جب تک کہ تم انکے مذہب کی پیروی نہ

کرنے لگ جاؤ۔ کہہ دو کہ ہدایت تو بس اللہ ہی کی (عطا کی ہوئی) ہدایت ہے“

پھر فرمایا

وَلَنُتَّبِعَ أَهْوَاءَ هُم بَعْدَ الَّذِي جَاءَ. كَمِنَ الْعِلْمِ مَالِكٌ مِّنَ اللَّهِ مَن وَلِيَ وَلَا نَصِيرَ

(البقرة ۱۲۰)

”اور (اے نبیؐ) اگر (وحی الہی کا) علم آجانے کے بعد تم نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو تم

کو اللہ (کی پکڑ) سے بچانے والا نہ کوئی دوست ملے گا نہ مددگار“

آیت کے ظاہر الفاظ میں نبیؐ علیہ السلام کو یہود و نصاریٰ کی خواہشات کی پیروی سے سختی سے منع کیا جا رہا ہے۔ تو کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ نبیؐ علیہ السلام یہود و نصاریٰ کی خواہشات کی پیروی کی طرف مائل تھے؟ معاذ اللہ!

دراصل یہاں نبیؐ علیہ السلام کے مخاطب کے ذریعے مومنوں کو ہوشیار کیا جا رہا ہے کہ وہ کسی قسم کی مدائنت یا ذہنی مرعوبیت کا شکار نہ ہوں۔ یہی انداز مخاطب تحویل قبلہ کی آیات کے بعد البقرہ آیت ۱۳۵ میں ہے جہاں بتایا گیا کہ

وَلَنُتَّبِعَ أَهْوَاءَ هُم بَعْدَ مَا جَاءَ. كَمِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذَا لَمِنَ الظَّالِمِينَ (البقرة ۱۳۵)

”اگر تم نے علم آجانے کے بعد انکی خواہشات کی پیروی کی تو پھر تم ظالموں میں شمار ہو گے“

یہاں بھی نبیؐ کے مخاطب کے ذریعے مومنوں کو متنبہ کیا جا رہا ہے تاکہ وہ اہل کتاب علماء کی مرعوبیت یا مروت کی وجہ سے احکامات ربانی کے بارے میں کسی قسم کے



شک یا اشکال کا شائبہ بھی قریب نہ آنے دیں۔ اسبطرح سورۃ ص میں داؤد علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ”ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ (حکمران) بنایا ہے، پس

فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ (ص ۶۶)

”... لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو اور خواہشات کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ

تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی...”

کیا اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ داؤد علیہ السلام خواہشات نفس کی پیروی کرنے کی طرف مائل تھے جس سے ان کو منع کیا جا رہا ہے؟ معاذ اللہ! یہاں داؤد علیہ السلام کو نصیحت کے پیرائے میں ایک انتہائی اہم اور زریں اصول بیان کیا گیا ہے۔ ایک حکمران آج منصب اقتدار پر فائز ہے تو کل اللہ کی بارگاہ میں جوابدہ ہے، اسکو اپنی خواہش نفس کی بجائے عدل و انصاف کے اصولوں کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیے، تاکہ کل اللہ تعالیٰ کی عدالت میں وہ سرخرو ہو۔ ہر انسان اپنے دائرۂ اختیار میں ایک حکمران کی طرح ہے اس لئے یہ زریں اصول عام انسانوں کیلئے بھی اسبطرح نافذ العمل ہے جس طرح ایک حاکم کیلئے۔ سورۃ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نبی علیہ السلام کو حکم دے رہا ہے کہ ”تم اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون و احکامات کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو“ پھر فرمایا کہ

ولا تتبع اھواءہم عما جاءک من الحق (المائدۃ ۳۸)

”اور انکی خواہشات کی پیروی نہ کرنا، اس حق سے منہ موڑ کر جو تمہارے پاس آگیا ہے...”

کیا یہاں یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ نبی علیہ السلام حق سے منہ موڑ کر مخالفین حق کی پیروی اختیار کرنے والے تھے؟ ہرگز نہیں۔ یہ مفہوم آیت کے منشاء کے بالکل برعکس ہوگا۔

اسی طرح سورۃ الانعام آیت ۱۵۰ میں فرمایا:-

ولا تتبع اھواء الذین کذبوا بایضنا والذین لایؤمنون بالآخرة وہم یرہم یعدلون

(الانعام ۱۵۰)

”اور تم ہرگز ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرنا جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلادیا اور

جو آخرت کے منکر ہیں اور جو دوسروں کو اپنے رب کا ہمسرہ بناتے ہیں“

سورۃ الاعراف میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام چالیس دن کی میقات پر جاتے ہوئے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو ہدایت کرتے ہیں، قرآن کے الفاظ ہیں:

وقال موسیٰ لاختیہ ہرون اخلفنی فی قومی واصلح ولا تتبع سبیل المفسدین

(الاعراف ۱۳۲)

”موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ میرے پیچھے تم میری قوم میں میری جانشینی کرنا،

اصلاح کرتے رہنا اور مفسدین کے راستے پر نہ چلنا“

کیا الفاظ کے لحاظ سے موسیٰ علیہ السلام کو یہ خدشہ تھا کہ ہارون علیہ السلام (جو خود بھی اللہ کے نبی تھے) اسلام کا راستہ چھوڑ کر مفسدوں کے راستے پر چل پڑیں گے؟ معاذ اللہ! آیت ربانی کا یہ منشاء ہرگز نہیں۔

سورۃ القلم میں دعوت حق کو جھٹلانے والوں کا ذکر کیا گیا ہے جو نبی علیہ السلام کو ”مفتون و مجنون“ قرار دے رہے تھے۔ پھر نبی علیہ السلام کو ہدایت دی گئی کہ آپ ان کی بات نہ مانیں، فرمایا:-

فلا تطع المعکذین (القلم ۸)

”آپ ان جھٹلانے والوں کا کھانا نہ ماننا“

کیا الفاظ کے قرینہ کے مطابق یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ نبی علیہ السلام ان مخالفین حق کا دباؤ قبول کر کے ان کی بات ماننے والے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اور اسکی بعد والی آیات میں آپ کو اس سے باز رہنے کا حکم فرمادیا؟ معاذ اللہ!

سورۃ الزمر میں نبی علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا گیا:-

ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک ان یشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من

الظہرین (الزمر ۲۵)

”(اے نبی) تمہاری طرف اور تم سے پہلے انبیاء کی طرف یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے

(کہیں) شرک کیا تو تمہارا سارا عمل ضائع ہو جائے گا اور تم ہمارے ہاتھ والوں میں شامل

ہو جاؤ گے“

غور فرمائیے، یہاں اللہ تعالیٰ اپنے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست خطاب کرتے ہوئے یہ فرما رہا ہے کہ ”اگر تم نے شرک کیا تو...“ کیا کوئی اس سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے شرک کا ارتکاب ہو سکتا تھا؟ الغیاذ باللہ!! اللہ کے رسول کا دامن تو نبوت سے قبل بھی شرک سے پاک ہوتا ہے، وہ تو شرک کی بیخ کنی کرنے آتے ہیں، ان سے تو شرک کے ارتکاب کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا! یہاں شرک کی شاعت پر زور دیا گیا کہ یہ ایسا شنیع و قبیح فعل ہے کہ اس کے مرتکب کے سارے اعمال غارت کردئے جاتے ہیں خواہ اس کا ارتکاب کرنے والا (بفرض محال) اللہ کا برگزیدہ نبی ہی کیوں نہ ہو، کسی اور کا تو کہنا ہی کیا!

قارئین، یہاں صرف بطور نمونہ چند آیات پیش کی ہیں جو یہ واضح کرنے کے لئے کافی ہیں کہ کسی لفظ یا چند الفاظ کو نصوص کے خلاف بے محل قرینہ بنانے سے معنی میں کیسا فساد پیدا ہو سکتا ہے۔ موصوف نے ”انک انت الاعلیٰ“ سے یہ نتیجہ اخذ کر کے کہ ”موسیٰ علیہ السلام کو مغلوب ہونیکا ڈر تھا“ ایسی جہالت کا ثبوت دیا ہے کہ اسکی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ یہ بلاشبہ اللہ کے برگزیدہ نبیؐ پر افتراء پردازی کی بدترین مثال ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ ملحدانہ جوش بیانی میں اتنے آگے بڑھے کہ کتاب اللہ کا مصحکہ اڑاتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے بھی کچھ من گھڑت الفاظ منسوب کر ڈالے ہیں، ملاحظہ فرمائیے، لکھتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ فوراً تسلی دیتے ہیں کہ ڈرو نہیں، پہلے تو ہم تیری لامٹی کو صرف حرکت کرنے والا

اڑدھا بناتے تھے، مگر آج اسکو دوسری چیزوں کو نکلنے والا اڑدھا بنائیں گے...“ (صفحہ ۲۷)

اب کوئی موصوف سے پوچھے کہ یہ الفاظ ”پہلے تو ہم لامٹی...“ قرآن میں تو ہیں نہیں، پھر انہوں نے بزعم خویش یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان کہاں سے نقل کیا ہے؟ کیا یہ حدیث قدسی سے جو موصوف پر ”وحی غیر متلو“ کی شکل میں نازل ہو گئی؟ یا سورۃ طہ کی آیات ۶۸، ۶۹ کی تشریح ان مخصوص الفاظ میں موصوف پر القاء کر دی گئی جس کو موصوف نے ”نبی جیسی شان خود اعتمادی“ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان فرمادیا ہے!! نعوذ باللہ من ذلک۔

ملاحظہ کیجئے کہ یہ شیطانی مشن کی تکمیل کا جذبہ شوق موصوف کو کس طرح قعر مذلت میں اتارتا چلا جاتا ہے، پسپائی اور رسوائی کے باوجود توبہ و اصلاح سے یکسر محروم ہیں اور پیترے بدل بدل کر نئے انداز سے سامنے آتے ہیں۔ باطل پرستی پر جماؤ کی روش انسان کو اس مقام پر پہنچانے کی رہتی ہے کہ جہاں سے واپس پلٹنے کا امکان بھی معدوم ہو جاتا ہے، پھر مجرم ضمیر اپنے باطل موقف کو لوگوں کی نگاہ میں صحیح ثابت کرنے کے لئے اداکاری سے بھی باز نہیں رہتا۔ قارئین کو علم ہے کہ موصوف نے اس کتبچے کی ابتداء اسی انداز سے کی اور اب پھر وہی انداز نمایاں ہے، ملاحظہ ہو:-

”موسیٰ علیہ السلام کے ڈرنے کی وجہ لکھتے وقت بار بار میرے دل میں یہ خیال آ رہا ہے اور

مالک کی کبریا کی تعریف بے اختیار زبان پر آرہی ہے کہ مالک اگر تو موسیٰ علیہ السلام کے

ڈرنے کی وجہ بیان نہ کرتا...“ (صفحہ ۲۷)

غور فرمائیے، موصوف کا فریب کارانہ اداکاری کا انداز۔ آیات قرآنی کا کیسا مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان ”سحروا عن الناس واسترہوہم“ (لوگوں کی آنکھوں پر جادو کیا اور ان کو ڈرا دیا) میں انہیں ڈرنے کیوجہ نظر نہ آئی، ”انک انت الاعلیٰ“ میں موسیٰ علیہ السلام کا خوف مغلوبیت نظر آگیا!! اللہ کے نبیؐ کے وقار کو انکار و ملحدانہ کا تختہ مشق بناتے ہوئے ذرا بھی شرم نہ آئی!

الغرض موصوف انکار قرآن و حدیث کی اس مہم میں، دیگر منکرین کی طرح، صحیح احادیث کا تو صاف اور بے ہجھک انکار کر دیتے ہیں اور جو آیات قرآنی انکے باطل اور گمراہ کن عقیدے اور موقف کی راہ میں رکاوٹ بنتی نظر آئیں انکو تاویل کی خرابی پر چڑھا کر اپنے مطلب کے معنی اور مفہوم کا جامہ پہنا دیتے ہیں۔ چنانچہ سورۃ فلق کی آیت ومن شر النفثات فی العقد کی تشریح بھی حدیث سے بالکل بے نیاز ہو کر کی گئی ہے، جبکہ سنن نسائی کی حدیث من عقد عقدة ثم نفث فیہا فقد سحر ومن سحر فقد اشرك اس آیت کی بہترین تفسیر و تشریح ہے۔ لیکن گروہ منکرین کا تو مسئلہ یہ ہے کہ قرآن جس طرح نازل ہوا ہے اس طرح انکے حلق سے نیچے اترتا ہی نہیں پھر یہ معلم قرآن کی تفسیر و تشریح کیسے تسلیم کریں گے؟ چنانچہ قرآن و حدیث کے ساتھ یہ مذموم کھیل کھیل



رہے ہیں اور بلاشبہ بہت ہی برا کر رہے ہیں اپنے نفس کے لئے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان سے کیسے بے پرواہ ہیں:

وَلِبَئِسَ مَا شَرُوا بِهِ أَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (البقرہ ۱۰۲)

”کیسی بری چیز ہے جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا“

اس کے بعد موصوف نے اصول حدیث پر کچھ طبع آزمائی کی ہے اور فہم حدیث کے عنوان کے تحت کچھ تبصرہ کیا ہے جو کہ حبیب الرحمن کاندھلوی صاحب ہی کی کتاب سے لیا گیا ہے جس کا موصوف نے صفحہ ۳۳ پر خود ہی اعتراف کیا ہے۔ اس کے تفصیلی جائزے کے لئے تو ایک طویل مضمون کی ضرورت ہوگی کیونکہ اس میں غلط و صحیح کو خلط ملط کر کے پیش کیا گیا ہے، تاہم مختصراً اتنا بتاتے چلیں کہ حدیث اور علم حدیث کے متعلق موصوف کے خیالات کاندھلوی صاحب اور دیگر آزاد خیال مفکرین اور منکرین حدیث کے نظریات ہی کا تسلسل ہیں، خود انکا اپنا کچھ نہیں۔ اب ان کے فہم حدیث کا بھی ایک نمونہ ملاحظہ کر لیجئے۔ مضطرب روایت کے بارے میں رقمطراز ہیں:

”جو روایت مضطرب ہو وہ قابل قبول نہیں ہوتی یعنی ایک ہی روایت کو کوئی راوی کس طرح بیان کرے اور اسی روایت کو دوسرا راوی دوسری طرح بیان کرے، لہذا ان میں سے کوئی ایک روایت قطعی طور پر غلط ہوگی۔ لہذا دونوں روایات مشکوک ہونے کی بناء پر قابل قبول نہیں ٹھہریں گی۔ جیسے مسلم میں جابرؓ حجۃ الوداع کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کے روز مکہ گئے اور طواف افاضہ فرمایا، پھر مکہ ہی میں ظہر کی نماز پڑھی اور پھر منی لوٹ آئے (مسلم کتاب الحج) لیکن مسلم میں ہی ابن عمرؓ سے حجۃ الوداع کے سلسلے میں ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کے روز مکہ تشریف لے گئے، طواف افاضہ فرمایا، پھر منی لوٹ آئے اور ظہر کی نماز منی میں پڑھی۔ (مسلم کتاب الحج)“

(صفحہ ۳۱)

ملاحظہ کیجئے، دو یکساں روایات کو معمولی اور جزوی اختلاف کی بنیاد پر مشکوک اور دونوں ہی کو ناقابل اعتبار قرار دیا جا رہا ہے! موصوف علم حدیث اور فن حدیث کے اس مقام تک پہنچے ہوئے ہیں جہاں تک کوئی محدث نہ پہنچ سکا تھا، اسی لئے اول قول اور

بے سرو پا بائیں فن حدیث کے نام پر بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ ذخیرہ حدیث پر ہاتھ صاف کرنے کا یہ کوئی انوکھا انداز نہیں بلکہ پورے گروہ منکرین کا ہمیشہ سے ایک ہی طریقہ کار رہا ہے۔

اصول حدیث کی رو سے اگر دو صحیح روایات ایک بات بیان کریں اور ان میں کوئی معمولی سا جزوی اختلاف موجود ہو تو اس اختلاف کی تحقیق کی جائے گی کہ ان میں سے کس روایت کے جزو کی بات درست ہے اور کس روایت میں سہو ہوا ہے۔ اور جب تحقیق سے صحیح بات کا پتہ چل جائے تو اس کے مطابق درست بات راجع ہوتی ہے اور دوسری بات مروج۔ اگر تحقیق کے باوجود کسی نتیجے پر پہنچنا ممکن نہ ہو تو اختلافی جزو کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے نہ کہ پوری روایت کو۔ مسلم کی ان دو روایات میں یہ بات کئی گئی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی علیہ السلام یوم النحر مکہ تشریف لے گئے اور طواف افاضہ کیا۔ یہاں تک کی عبارت دونوں روایات میں یکساں اور مشترک ہے البتہ ان میں اختلاف صرف اس بات پر ہے کہ اس روز آپ نے صلوٰۃ الظہر مکہ میں ادا کی تھی یا طواف افاضہ کے بعد واپس جا کر منیٰ میں ادا کی تھی۔ روایات میں جو امر واقعہ بیان ہوا ہے، یعنی یوم النحر طواف افاضہ کی ادائیگی (جوج کا ایک رکن ہے) تو یہ دونوں روایات میں یکساں طور پر بیان کیا گیا ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں، رہی دوسری بات کہ صلوٰۃ الظہر مکہ ہی میں ادا کر لی گئی یا منیٰ واپس جا کر ادا کی گئی، اس اختلاف کا ارکان حج سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس جزوی اور معمولی اختلاف کی بناء پر دونوں ہی روایات کو مشکوک ٹھہرا کر ناقابل اعتبار قرار دینا علم حدیث میں موصوف کی ”مہارت“ کا منہ بولنا ثبوت ہے یا جہالت کا، قارئین فیصلہ کر لیں۔ یہ ضرور ہے کہ اس قسم کے خود ساختہ اصولوں کے ذریعے صحیح احادیث پر ہاتھ صاف کرنا انکے لئے آسان ہو گیا ہے! الحیاؤ باللہ۔

بہر نوع، موصوف کے درج بالا اصول اور احادیث کو پرکھنے کے معیار کو ذہن میں رکھتے ہوئے انکی کچھ اور شگوفہ اندازی ملاحظہ کیجئے۔ ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ والی روایت نقل کی ہے:

”جب شام سے ابو سفیان کی وفات کی خبر آئی تو ام المومنین ام حبیبہؓ نے زردی (ابن) منگوا کر اپنے دونوں رخساروں پر اور دونوں کلائیوں پر ملا اور فرمائی لگیں کہ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نہ سنا ہوتا تو مجھے اسکی کوئی ضرورت نہ تھی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے، اسکو یہ رونا نہیں کہ وہ سوائے شوہر کے کسی اور میت پر عین دن سے زیادہ سوگ کرے، شوہر پر البتہ عورت کو چار ماہ دس دن تک سوگ کرنا پڑے گا۔ (بخاری۔ کتاب الجنائز)۔ (صفحہ ۳۲)

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد موصوف نے اس پر جو تبصرہ فرمایا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

”یہ روایت اگرچہ صحیح ہے، مگر اس میں جو یہ بیان ہے کہ ام حبیبہؓ کے والد ماجد ابو سفیان کی وفات کی خبر شام سے آئی یہ غلط ہے۔ ابو سفیان کا انتقال ۳۲ھ یا ۳۳ھ میں کہ معتدل میں ہوا۔ شام میں تو ان کے بھائی یزید بن ابی سفیان کا انتقال ہوا تھا۔“ (صفحہ ۳۲)

اب یہ غور کرنے کا مقام ہے کہ صحیح مسلم کی طواف افاضہ والی روایات تو مشکوک اور ناقابل اعتبار ٹھہرا دی گئیں کیونکہ ان میں جزوی اور معمولی اختلاف تھا کہ صلوٰۃ الظہر طواف کے بعد مکہ میں ادا کی گئی یا واپسی پر منیٰ میں ادا کی گئی، لیکن بخاری کی یہ روایت اس میں مذکورہ سقم کے باوجود صحیح قرار دی جا رہی ہے۔ اس سے موصوف کے اصول حدیث کے علم اور فہم حدیث کے دہرے معیار کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اب یہ لمحہ فکریہ ہے کہ ایسے لوگوں کیلئے جو بنیادی اصولوں اور قواعد و ضوابط سے ہی سبے بہرہ ہوں ان اہم موضوعات پر قلم اٹھانے کا اور فیصلے داغنے کا کیا جواز ہے! بہر حال، موصوف کی جرات و بے باکی کا انداز بھی عجیب ہے کہ جہالت و نادانی کے علی الرغم فہم حدیث پر صفحے کے صفحے سیاہ کئے ہیں تاکہ باطل مقصد کے لئے زمین ہموار کی جاسکے پھر آخر میں اپنے مطلب کی طرف آئے ہیں اور بخاری و مسلم کی پانچ روایات نقل کرنے کے بعد ان پر تبصرہ کیا گیا ہے، ان میں مغالطہ آرائی کا وہی انداز ہے جس سے تقریباً انکا پورا کتابچہ بھرا ہوا ہے، مثال کے طور پر ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

”ان روایات میں اس چیز کا اثر بیان کیا گیا ہے، یعنی جادو ٹونے جسکے متعلق اللہ تعالیٰ نے

اپنی کتاب میں بصراحت بتا دیا کہ ان سے کسی کو کوئی نقصان نہیں ہو سکتا۔ و ماہم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ۔۔۔“ (صفحہ ۳۳)

آپؐ نے ملاحظہ فرمایا، اللہ کی پکڑ سے بے خوف ہو کر انسان کیسا جبری اور بیداک ہو جاتا ہے، آیت قرآنی کا جو حصہ پیش کیا ہے اس کا مفہوم لکھتے ہوئے بھی اس کا وہ حصہ حذف کر دیا گیا جو انکے باطل موقف کی جڑ کاٹ کر رکھ دے یعنی آیت میں سے صرف و ماہم بضارین بہ من احد کا مفہوم ”ان سے کسی کو کوئی نقصان نہیں ہو سکتا“ تو لکھ دیا لیکن الا باذن اللہ ”سوائے اللہ کے اذن کے“ چٹ کر گئے! اور صرف یہ کہہ کر اپنے مردہ ضمیر کو مطمئن کر لیا کہ ”ترجمہ و تشریح“ کچلے اور اراق میں ہو چکی ہے“ (صفحہ ۳۳)۔ بھلا ایسے لوگ کتاب اللہ سے کیا ہدایت حاصل کریں گے جو اس کی آیات کو توڑ مروڑ کر لفظی و معنوی تحریف کے ذریعہ اپنے موقف میں فرٹ کرنے میں لگے ہیں! پھر موصوف سحر سے متعلق بخاری و مسلم کی روایات پر بڑے ”ماہرانہ“ انداز میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

”فن روایت کی رو سے بھی یہ روایت درست نہیں۔ یہ روایت ہشام کے علاوہ کوئی بیان نہیں کرتا اور ہشام کا ۱۳۲ ہجری میں دماغ جواب دے گیا تھا، بلکہ حافظ عقیلی تو لکھتے ہیں قد خرف فی آخر عمرہ یعنی آخر عمر میں سٹھیا گئے تھے“ (صفحہ ۳۳)

”ہشام کے مشور شاگردوں میں سے امام مالک یہ روایت نقل نہیں کرتے، بلکہ کوئی بھی اہل مدینہ یہ روایت نقل نہیں کرتا، حالانکہ یہ واقعہ بقول ان کے مدینہ میں ہوا۔ ہشام سے جتنے بھی راوی ہیں سب عراقی ہیں اور اتفاق سے عراق پہنچنے کے چند روز بعد ہشام کا دماغ سٹھیا گیا تھا۔“ (ایضاً)

موصوف نے یہ سب کاندھلوی صاحب کے حوالے سے کہا ہے اور اس کا اعتراف بھی کر لیا ہے، کیونکہ انکا مبلغ علم کاندھلوی، چکرا لوی اور پرویز جیسے علماؤں کی کتابوں کی حد تک ہی محدود ہے اور انکے مرشد کاندھلوی صاحب کا امام بخاری سے بغض ڈھکا چھپا نہیں، ان کی تحریریں اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ تف ہے ایسے بد نصیبوں پر جو راہ حق سے منھ موڑ کر طاغوت پرستی کو اپنے مشن کی بنیاد ٹھہرائیں اور طواغیت کے اقوال و تحریرات کے سہارے اپنے استدلال کی عمارت استوار کرنے میں نہ کوئی شرم



محسوس کریں اور نہ جھگ! اب ذرا انکی درج بالا موشگافیوں پر نظر ڈالئے جو محض حماقت و جہالت کا پلندہ ہیں۔ ذیل میں انکا مختصر جواب پیش کیا جاتا ہے۔

یہ ہشام بن عروہ کے سٹھیا نے کی بات کرتے ہیں جبکہ فی الحقیقت موصوف اور ان کے مرشد کاندھلوی صاحب ہی سٹھیا گئے ہیں کیونکہ کاندھلوی صاحب کی ہشام بن عروہ کے متعلق تحریر ان کی عمر کے آخری حصے کی ہے۔ جہاں تک کہ حافظے کی بات کا تعلق ہے تو یہ تو ایک امر مسلمہ ہے کہ کسی بھی شخص کا بڑھاپے میں حافظہ جوانی کے دور کا سا نہیں رہتا۔ لیکن ہشام کے حافظے کی کمزوری کس نوعیت کی تھی، کس حد تک تھی اور کتنا تغیر رونما ہوتا تھا، اس کا اندازہ پہلے اور بعد کی روایات کے موازنے سے کیا جاسکتا ہے۔ کیا موصوف اور ان کے ہمنوا یہ فیصلہ دینے سے قبل تحقیق کے اس مرحلے سے گزرے ہیں؟ اب جن لوگوں کی تحقیق دوسروں کا چبایا ہوا لنگے تک ہی موقوف ہو وہ بھلا صحیح تحقیق کیا کریں گے! موصوف سے تو یہ بھی نہ ہوسکا کہ یہ ”معرکہ الآراء تصنیف“ شائع کرنے سے قبل ہمارے رسالے جبل اللہ نمبر ۱۴ کا مطالعہ کر لیتے جس کے صفحے ۵۵، ۵۴ پر اس اشکال و اعتراض کی خاطر خواہ وضاحت علمی و لاعلمی کے ساتھ کردی گئی ہے۔ موصوف کا یہ تبصرہ کیا ہے بس انکا علمی ”شاہکار“ ہے، فرماتے ہیں کہ ”ہشام کے مشہور شاگردوں میں سے امام مالک یہ روایت نہیں کرتے...“ اب کوئی ان سے پوچھے کہ کیا ہشام کے مشہور شاگردوں میں سے ہر ایک کا اسکو روایت کرنا ضروری ہے، یا بالخصوص امام مالک کا اس کو روایت کرنا لازمی ہے؟ ہشام سے روایت کرنے والے لیث ابن سعد، ابن جریر اور ابو ضمہ (انس بن عیاض) انکی نظر میں مشہور نہیں، غیر معروف ہیں؟ پھر موصوف کا یہ فرمانا کہ ”بلکہ کوئی بھی اہل مدینہ یہ روایت نقل نہیں کرتا...“ بھی انکی سراسر لاعلمی اور جہالت پر مبنی ہے۔ ان کو معلوم ہو کہ ابو ضمہ (انس بن عیاض) مدینہ ہی کے رہنے والے ہیں۔ اگر موصوف انکار حدیث کے نشہ میں دھت، عصبیت کا شکار نہ ہوتے اور جبل اللہ ۱۴ کا مطالعہ کر لیتے تو شاید منکر حدیث کاندھلوی کے اندھے مقلد بن کر ایسی بے سروپا جاہلانہ باتیں نہ کرتے اور جن اعتراضات کا وہاں مدلل جواب دیدیا گیا تھا انھیں پھر نہ دہراتے۔ موصوف فرماتے ہیں: ”ہشام سے جتنے بھی راوی ہیں سب عراقی ہیں...“

موصوف اور ان کے ہمنوا بے پرکی اڑانے میں بڑے مشاق ہیں۔ انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ بخاری کی سحر کی روایات میں ابو ضمہ مدینہ کے رہنے والے ہیں، ابن جریر مکہ کے ہیں اور لیث بن سعد مصر کے رہنے والے ہیں۔ اس سے موصوف کے درج بالا دعوے کی حقیقت واضح ہو گئی۔

ان روایات پر علمی و فنی بحث مفصل و ندلل انداز میں جبل اللہ کے شمارے نمبر ۱۴ میں صفحہ ۵۴، ۵۵ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ وہاں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ ہشام بن عروہ کی آخری عمر میں (حافظے کی کمزوری کے دوران) انہی روایات لینے والے عین راوی ہیں یعنی وکیع ابن الجراح، عبداللہ ابن نمیر اور محاضر ابن تمیم۔ اب اسے علامہ کاندھلوی اور ان کے ہمنواؤں کی شومنی قسمت ہی کہئے کہ بخاری کی سحر والی روایات کے راویوں میں سے کوئی بھی ان عین میں شامل نہیں، اس طرح انکے استدلال کی عمارت زمین پر آرہی اور اعتراض کا لندم ہو گیا۔ موصوف نے کاندھلوی صاحب کے حوالے سے ہشام ابن عروہ کے متعلق حافظہ عقلی کے الفاظ قد خرف فی آخر عمرہ بھی نقل کئے ہیں جس میں ”خرف“ کے معنی ”سٹھیا گئے“ لئے ہیں۔ اس ناشائستہ ترجمے سے قطع نظر کرتے ہوئے، یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ خود اس قول کی حافظہ عقلی سے نسبت ناقابل اعتبار ہے۔ عقلی کی کتاب میں ہشام بن عروہ کے بارے میں یہ قول موجود نہیں بلکہ ہشام بن عروہ کا ذکر ہی نہیں اور دیگر کتب میں بھی باوجود تلاش اور جستجو کے نہیں ملا۔ موصوف تو کاندھلوی پر ہی ایمان لائے ہیں اور انہی کا حوالہ دے کر کام چلایا ہے جو قطعاً ناکافی ہے، اسکا اصل حوالہ ان پر قرض ہے۔ موصوف نے بے سروپا موشگافیوں کے ذریعے روایات سحر کو مضطرب قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ جبل اللہ کے شمارے ۱۴ کے صفحہ ۵۵ پر اس بارے میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے جو اس اعتراض کا کافی اور شافی جواب ہے اور یہاں اسکے اعادہ کی چنداں ضرورت نہیں۔ وہاں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ معمولی تطبیق کے ذریعہ روایت کا اختلاف دور کیا جاسکتا ہے، ایسی روایت کو مضطرب سمجھنا نادانی ہے۔ وراصل گزشتہ سطور میں موصوف کے فہم حدیث کا جائزہ بھی پیش کر دیا گیا ہے، اسکے بعد تو موصوف سے اصولی موقف اختیار کرنے کی توقع رکھنا ہی عبث ہے۔

آگے جا کر ”جادو کا عجوبہ کھجور سے علاج“ کے عنوان سے مزید گل افشانی فرمائی ہے جس کا انداز وہی گھسا پٹا ہے، مثلاً فرماتے ہیں:-

”... جیسے آپ مدینہ کے رہنے والے تھے اور مدینہ میں ہی یہ کھجور ہوتی ہے اور آپ کی خوراک بھی کھجور رہی ہے، اور آپ اس کھجور کے فوائد بھی جانتے ہیں۔ لہذا آپ اسے تناول بھی فرماتے ہونگے۔ لیکن اس کے باوجود بخاری میں روایت آگئی کہ آپ پر جادو اثر کر گیا، اور اسی طرح زہر بھی اثر کر گیا...“ (صفحہ ۳۵)

ملاحظہ فرمایا، وہی نادانی اور جہالت کا فرما ہے۔ کوئی ان سے پوچھے کہ کیا اسباب اور احتیاطی تدابیر اور دوا و علاج تقدیر الہی اور مشیت ربانی سے مافوق اور بالاتر ہیں؟ تمام قوانین عالم اللہ تعالیٰ کے مشیت و اذن کے قانون کے ماتحت ہیں۔ اگر موصوف قرآن و حدیث کا سمجھ کر مطالعہ کر لیں اور ”بإذن اللہ“ اور ”ان شاء اللہ“ کا صحیح مفہوم پالیں تو ایسی غیر سنجیدہ اور بے سرو پا باتیں نہ کریں۔

بخاری کی اس روایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جو روزانہ صبح کے وقت سات عدد عجوبہ کھجوریں کھالے تو اس روز اسے زہر اور جادو نقصان نہیں دے گا۔“ اب کیونکہ اس حدیث میں سحر کے اثر کو تسلیم کیا گیا ہے، لہذا یہ روایت موصوف اور ان کے ہمنواؤں کیلئے ناقابل برداشت ہے۔ اب انکے لئے دو ہی راستے ہیں یا تو اسکا انکار کریں اور یا اسکی تاویل سے کام چلائیں۔ فی الحال موصوف نے تاویل ہی کو ترجیح دی ہے اور مغنوی تحریف سے کام چلانے کی کوشش کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

”تو محترم اس حدیث میں جس زہر اور سحر کا بتایا گیا ہے اس سے مراد پیٹ کی بیماریاں ہیں۔“ (صفحہ ۳۵)

معلوم ہوتا ہے کہ لغت اور اصول و قواعد موصوف اور انکے ہمنواؤں کی نظر میں لباس کی طرح ہیں کہ جب اور جس طرح چاہیں آزادی کے ساتھ اپنے موقف کے دفاعی مقصد کیلئے استعمال کریں۔ چنانچہ یہاں ”سحر“ سے مراد پیٹ کی بیماری لے کر موصوف نے لغت میں ایک ”گوہر نایاب“ کا اضافہ فرما دیا جو ماہرین کی نگاہ سے پوشیدہ تھا! سحر پر لغوی بحث گزشتہ سطور میں بہ تفصیل کی گئی ہے، سحر کے لغوی معنی پیٹ کی

بیماری تو نہیں، البتہ ”سحر“ (”س“ مفتوح یعنی زبر کے ساتھ) کے معنی پھیپھڑے کے اس حصے کے لئے جاتے ہیں جو پانی کی نالی کے قریب ہو، جبکہ ”سحر“ (”س“ مکسور یعنی زیر کے ساتھ) جو اس حدیث میں ہے وہ قرآن و حدیث میں مذکور ”سحر“ ہے جس کے لغوی معنی پر تفصیلی بحث گزشتہ صفحات میں کردی گئی ہے۔ مختلف شروحات و تراجم میں اس روایت میں آنیوالے ”سحر“ کے یہی معنی بیان کئے گئے ہیں جو ہم نے یہاں کئے ہیں، موصوف کے بیان کردہ معنی کی تو گرد کو بھی کوئی نہیں پہنچا!

قارئین کو گزشتہ سطور سے موصوف اور انکے ہمنواؤں کے علم و فہم اور تدبر کا بخوبی اندازہ ہو چکا ہے۔ انکی تحریر کی ایک ایک سطر انکی عقل و فہم کا ماتم کرتی نظر آتی ہے، اور اس پر طرہ یہ کہ موصوف ہر بات کو بڑے ہی حتمی اور پراعتماد انداز میں پیش کرتے ہیں در آں حالیکہ وہ انتہائی بے عقلی اور بے علمی کا مظہر ہوتی ہے۔ اسکی کتنی ہی مثالیں تو گزشتہ سطور میں آپ نے ملاحظہ کر لی ہیں، اب کچھ اور پیش خدمت کی جاتی ہیں۔ صفحہ ۳۶ پر ”دجال“ کے عنوان کے تحت موصوف نے پہلے بخاری کی کتاب الفتن کی گیارہ احادیث کا ذکر کیا ہے، پھر ان میں سے کچھ باعین اخذ کر کے اپنے مطلب کے نتائج برآمد کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثال کے طور پر فرماتے ہیں:

”... جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں عیسیٰ علیہ السلام

کو طواف کرتے دیکھا، پھر خواب میں ہی دجال کو دیکھا۔ اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی کہ

وہ اپنے آپ کو مسیح موعود کے گا، اور یہ بات اس دعا سے بھی واضح ہوتی ہے...

قارئین، ذرا درج بالا حدیث کو بغور دیکھیں۔ کیا اس حدیث میں ایسے الفاظ ہیں یا کوئی ایسی بات ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ دجال ”اپنے آپ کو مسیح موعود کہیگا“؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھنا، اور خواب میں ہی اس کو دیکھنا، یہ کہاں ثابت کرتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسیح موعود کہیگا؟ اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دعاؤں میں ”المسیح الدجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ چاہنا“ یعنی دعا میں المسیح الدجال کے الفاظ سے بھی یہ نتیجہ کیسے اخذ کیا جاسکتا ہے کہ دجال اپنے آپ کو مسیح موعود کہے گا؟ یا للعجب! حماقت پر حماقت! کیسی بوائے عجیبی ہے، ایک طرف تو حدیث پیش کر کے کہتے ہیں



کہ ”گویا وہ اپنے آپ کو بطور اللہ پیش کرے گا“ (صفحہ ۳۸) اور پھر خود یہ نتیجہ بھی نکال کر دکھاتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو مسیح موعود کہے گا، موصوف انکار حدیث و قرآن کے والہانہ جوش میں بظاہر ہدائی کیفیت کا شکار معلوم ہوتے ہیں، کہ ذہن و خیال میں جو بھی لہر اٹھتی ہے فوراً ہی الفاظ کا جامہ زیب تن کر لیتی ہے۔ دراصل یہاں انکی تمام کوشش کا ماحصل یہ ہے کہ صحیح احادیث کو ایک دوسرے سے متضاد اور مختلف فیہ ثابت کیا جاسکے اور اس طرح احادیث صحیحہ پر سے لوگوں کے اعتماد کو ختم کر کے انکو رد کرنے کی شیطانی مہم میں کچھ کامیابی حاصل کر لی جائے۔ کیسی ستم ظریفی ہے کہ اصول حدیث سے بے بہرہ ہوتے ہوئے بھی موصوف احادیث صحیحہ میں کیڑے نکالنے کی شیطانی مہم کا آلہ کار بنے ہوئے ہیں جس کا بہن ثبوت اس کتابچے کے صفحات پیش کرتے ہیں۔ دجال کے بارے میں بخاری کی ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ والی روایت کا ذکر کرتے ہوئے مسلم میں جو اضافہ ہے اسکو بیان کیا ہے کہ وہ شخص جسکو دجال قتل کر کے دوبارہ زندہ کرے گا خضر علیہ السلام ہونگے۔ پھر اس پر تبصرہ کیا ہے، فرماتے ہیں:

”اب اس روایت کے متعلق فیصلہ آپ خود ہی کر لیں کہ یہ کس پائے کی روایت ہے۔“

(صفحہ ۳۷)

موصوف نے روایت پر تبصرہ فرمانے سے پہلے یہ دیکھنے کی زحمت گوارا نہ کی کہ خضر علیہ السلام کے بارے میں عبارت دراصل ابواسحق کا مدرج قول ہے نہ کہ اصل روایت کا حصہ، ملاحظہ فرمائیے:-

قال ابواسحق یقال ان هذا الرجل هو الخضر علیہ السلام مسلم کتاب الفتن ،

باب ذکر الدجال

”ابواسحق کہتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ یہ شخص خضر علیہ السلام ہونگے“

یا پھر یہ بھی موصوف کی صحیح احادیث سے تشنہ کرنے کے لئے دھوکہ دہی کی مہم کا ہی حصہ ہے کیونکہ موصوف اس کو اس طرح پیش کر رہے ہیں جیسے یہ اسی حدیث کی عبارت ہو۔ ان لوگوں کو تو کوئی شوشہ مل جائے جو انکی اس مہم میں معاون ثابت ہو تو فوراً ہی آنکھ بند کر کے اس کو اپنا لیتے ہیں۔

آیات قرآنی کی فضیلت والی روایات پر نظر عنایت فرماتے ہوئے سورہ کھف کی ابتدائی آیات کی فضیلت بیان کرنے والی مسلم کی روایت کا کس انداز سے تمسخر اڑایا ہے، ملاحظہ ہو:-

”لہ قرآن اٹھا کر سورہ کھف کی ابتدائی دس آیات پڑھ کر دیکھیں، ان میں کون سی چیز دجال

سے بچنے میں معاون ہے“ (صفحہ ۲۸)

اب ان سے کوئی پوچھے کہ کیا قرآنی آیات میں موصوف کے انداز فکر کے مطابق ”کوئی ایسی چیز“ ہونا ضروری ہے ورنہ ان آیات کی فضیلت والی روایات موصوف کی نظر میں مشکوک ٹھہریں گی! کیا سورہ فاتحہ میں سانپ، کچھو کے ضرر سے بچانے میں معاون کوئی چیز ہے؟ کیا وہ روایات جن میں سانپ سے ڈسے جانے پر سورہ فاتحہ دم کرنے پر شفاء ہوتی ناقابل اعتبار ہیں؟ آیت الکرسی میں کونسی چیز ہے جو شیطان سے حفاظت میں معاون ہو؟ کیا وہ روایت جس میں یہ بتایا گیا ہے موصوف کی نظر میں ساقط الاعتبار ہیں؟ موصوف اور انکے ہمنواؤں کو معلوم ہونا چاہئے کہ قرآن کریم گھول کر پینے یا بطور تعویذ گنڈا لٹکانے کیلئے نہیں اتارا گیا کہ اسمیں ہر ایک کی ”مطلوبہ چیز“ مل جائے۔ آیات قرآنی کی تلاوت سے تزکیہ نفس ہوتا ہے، علم و حکمت کے زریں اصولوں سے عقل و دانش میں اضافہ ہوتا ہے اور آخرت کی جوابدہی کی تذکیر سے ایمان میں پختگی اور نکھار پیدا ہوتا ہے اور اس طرح اللہ کا بندہ اللہ کی پناہ میں آکر عذاب قبر، عذاب جہنم اور مسیح و جال کے فتنہ اور محیاء اور مہمات کے فتنوں سے محفوظ ہوتا ہے۔ صحیح احادیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قرآنی آیات کی فضیلت بیان کی ہے وہ شک و شبہ سے بالاتر ہے، ان پر شک کرنے والا قرآن و حدیث کا منکر کافر ہے۔

قارئین، آپ نے غور فرمایا کہ اپنے اس ناپاک مشن کی کامیابی کے لئے موصوف نے کیا کیا حربے استعمال کئے ہیں، گزشتہ صفحات میں ان کا تفصیلی جائزہ پیش کر دیا گیا ہے۔ ان ہی میں سے ان کا ایک حربہ ”کن فیکون“ ہے، سحر کے واقعات میں جس کا بے محابا استعمال موصوف نے متعدد مقامات پر کیا ہے اور گزشتہ سطور میں اس کا پوری طرح آپریشن کر دیا گیا ہے، اسکے اعادے کی یہاں چنداں ضرورت نہیں۔ یہاں بھی

ان روایات کی حیثیت گرانے کے لئے اس حربے کو استعمال کیا گیا ہے۔ صفحہ ۳۶ پر صحیح بخاری کی ابو سعید خدریؓ والی روایت لائے ہیں جس میں دجال کے ایک شخص کو قتل کر کے زندہ کرنے کے واقعہ کا ذکر ہے۔ اس روایت کو بیان کر کے فرماتے ہیں:

”اگر اس حدیث کو من وعن قبول کر لیا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک نہیں رہتا۔ لہذا یہ روایت قرآنی تعلیم کے خلاف ہے۔“ (صفحہ ۳۶)

اسی طرح نواس بن سمعانؓ والی روایت لاکر تبصرہ کرتے ہیں:

”تو اس حدیث میں بیان باتوں سے یہ بات واضح ہوئی کہ دجال کو کن فیکون کا اختیار حاصل ہوگا، جو کہ بالکل قرآن کی تعلیم کے خلاف ہے۔“ (صفحہ ۳۷)

کیسا فریب کارانہ انداز اختیار کیا گیا ہے، قرآن و حدیث کے ساتھ یہ مضحکہ خیز روش اس گروہ منکرین ہی کا حصہ ہے۔ کیا موصوف اس بات سے ناواقف ہیں کہ دجال کو قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی بتایا گیا ہے اور نیز یہ کہ قیامت یا قرب قیامت کی نشانیاں عام قوانین کے مطابق نہ ہونگی مثلاً سورج کا مغرب سے نکلنا، وابت الارض کا ظہور اور یاجوج ماجوج کا خروج وغیرہ۔ سورۃ النمل میں فرمایا:-

و اذا وقع القول عليهم اخرجنا لهم دابة من الارض تكلمهم (النمل ۸۲)

”اور جب ان پر ہماری بات پوری ہونے کا وقت آ پہنچے گا تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا“

اب کوئی موصوف سے پوچھے کہ دابة الارض کا نکلنا اور انسانوں سے کلام کرنا اور دیگر علامات قیامت کیا عام قوانین کے خلاف نہیں؟ کیا موصوف انکو بھی خلاف قرآن قرار دینے کی جرات کریں گے؟ اگر وابت الارض کا ذکر قرآن میں نہ ہوتا تو شاید موصوف اور انکے ہمنواؤں کا اسکے بارے میں بھی وہی انداز ہوتا جو انھوں نے دجال کے بارے میں اختیار کیا ہے، ایک دو نہیں صحیحین کی کتنی ہی روایات کو بزعم باطل خلاف قرآن قرار دیکر بہ یک جنبش قلم مسترد کر ڈالا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

”یہ ہیں دجال کے متعلق محبر روایات اور ان کے حال سے بھی آپ کو آگاہی ہوگئی۔ اسی لئے تو محدثین کرام کا ان کے متعلق فیصلہ ہے کہ ان میں سے اکثر ضعیف ہیں۔ ان میں جو

صحیح ہیں وہ استعارات اور کنایات پر مشتمل ہیں۔“ (صفحہ ۳۸)

قارئین کرام، موصوف کی ستم نظری ملاحظہ ہو کہ ”محدثین کرام“ کا فیصلہ تو بیان فرما رہے ہیں لیکن ان میں سے کسی کا نام بتانا ضروری نہیں سمجھتے اور نہ یہ بتاتے ہیں کہ ان معتبر روایات کی تضعیف کس بنیاد پر کی گئی ہے۔ شاید موصوف کی ”ان محدثین“ سے مراد انہی کے گروہ کے دوسرے افراد ہونگے۔ اس سے قبل انکے پیش رو مولوی بشیر احمد بھی دجال کے معاملے میں ایسا ہی کارنامہ انجام دے چکے ہیں جس پر واقتواللہ میں کچھ تبصرہ کر دیا گیا ہے (ملاحظہ ہو واقتواللہ سوم صفحہ ۶۷)

دراصل موصوف اور ان کے ہمنواؤں کو اصول حدیث اور فن رجال سے تو کوئی سروکار نہیں، جس روایت کو انکے منکر اکابرین صحیح کہیں بس وہی انکی نظر میں صحیح ہے اور جس کو وہ ضعیف کہیں وہ ضعیف ہے، جرح و تعدیل کی کتابوں سے دلیل لانا انکے بس کی بات ہی نہیں، لہذا روایات کے بارے میں جاہلانہ طرز استدلال اپناتے ہوئے رائے زنی فرمانے کو ہی تحقیق سمجھتے ہیں۔ محض ابن حزم کے برتنے پر اکثر کو ضعیف کہنا اور چند کو صحیح مان کر ان کو استعارات و کنایات قرار دینا علم حدیث کا خون کرنا ہے۔

اب کوئی ان سے پوچھے کہ ذرا نشاندہی تو کیجئے کہ ضعیف کونسی ہیں اور استعارات و کنایات جن روایات میں آپ کو نظر آتے ہیں ذرا انکی نشاندہی تو فرمادیں۔ ان لوگوں کی تحریریں تو ”فن و ادب کے شہ پارے“ ہیں، پڑھئے اور سر دھنئے! اپنے پیشرو مولوی بشیر احمد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”حقیقت یہ ہے کہ دجال کوئی معمولی آدمی نہیں ہوگا، بلکہ بہت بڑا سائنسدان اور حکمران

ہوگا۔ لہذا وہ جادو کا کھیل دکھانے والے شعبہ بازوں کی طرح اپنے شعبہ دے دکھائے گا، جو کہ

تمام ماتحت الاسباب ہونگے۔“ (صفحہ ۳۸)

قارئین نے ملاحظہ کیا، یہ مفکرین کس شان سے شیطان کے ہمنوا بن کر میدان میں اترے ہیں! احادیث صحیحہ کو تو ضعیف اور خلاف قرآن قرار دے کر مسترد کر دیا اور اسطر قرآن و حدیث میں جو کچھ کہا گیا تھا وہ بے حقیقت ثابت کر دیا گیا اور موصوف اور



انکے ہمنواؤں پر یہ حقیقت منکشف ہوگئی کہ ”دجال بہت بڑا سائنسداں ہوگا، حکمران ہوگا، جادوگر و شعبدہ باز ہوگا“ اور نہ جانے کیا کیا ہوگا!! کیا انکو اس غیبی حقیقت حال کا علم بذریعہ کشف ہوا ہے؟ اب اس کا جواب تو ان پر قرض رہیگا کہ یہ ”حقیقت“ جلالہ قرآن و حدیث میں نہیں ہے انہیں کہاں سے معلوم ہوئی! ان پر اللہ کا فرمان کیسا صادق آتا ہے:-

قُلْ أَتَسْتَبْشِرُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ (یونس ۱۸)

”کہو کیا تم اللہ کو ایسی بات کی خبر دے رہے ہو جسے وہ نہ آسمان میں جانتا ہے نہ زمین میں“  
بہر حال یہ امر واقعہ ہے موصوف اور انکے پیشرو بشیر احمد کی دجال کے بارے میں موشگافیاں انکار حدیث و قرآن کا بین ثبوت ہیں، موصوف اللہ اور یوم آخرت پر ایمان کے بارے میں غیر سنجیدہ رویہ اختیار کئے ہوئے ہیں اور بری طرح ذہنی انتشار اور جذذب کا شکار ہیں۔

گزشتہ صفحات میں جو کچھ عرض کیا گیا اسکا خلاصہ یہ ہے کہ حکیم ودانا رب ذوالجلال نے خیر و شر کا نظام امتحانی منصوبے کے تحت خلق فرمایا اور محدود دائرہ اسباب کے اندر مخلوقات کے چھوٹ اور مہلت کا قانون بنایا۔ اس قانون کے تحت شیاطین الجن والانس کو دنیاوی معاملات میں کسی حد تک معمولی چھوٹ اور آزادی دی گئی جو پوری طرح ماتحت الاسباب ہے اور اللہ کے اذن و مشیت کے نظام کے اندر جکڑی ہوئی ہے، اور اس سے سر مو بھی انحراف ممکن نہیں۔ اس کا دائرہ اثر و سوسہ اندازی اور تخیلاتی اثر اندازی تک محدود ہے، وہ کسی کو جانی یا مالی نفع و نقصان ہرگز نہیں پہنچا سکتے! ساحر کی ساحری ہو یا کاہن کی کمانت اور شیطان کی سوسہ اندازی سب اسی قانون اذن و مشیت کے ماتحت ہیں۔ آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ اس کا واضح ثبوت ہیں۔ چنانچہ ان میں سے کسی کو مافوق الاسباب قرار دینا یا ان پر کن فیکون کی صفت ربانی کا اطلاق کرنا محض جہالت و نادانی اور فریب کاری ہے جس کا مقصد لوگوں کو قرآن و صحیح احادیث سے برگشتہ کرنا ہے۔

دراصل، احادیث صحیحہ پر تنقید کرنا، صحیح روایات میں کیڑے نکالنا اور انکار

حدیث کی شیطانی مہم کو تقویت پہنچانے اور لوگوں کو احادیث سے برگشتہ کرنے کے لئے قرآنی آیات کی من مانی تاویل کرنا، آزاد خیال مفکرین و مفسرین اور معتزلی منکرین کا ہمیشہ سے ہی وطیرہ رہا ہے۔ انکا انداز اور طریقہ کار یہی رہا ہے کہ بڑی فراخ دلی سے آیات قرآنی کو بے محل پیش کر کے کچھ زمین ہموار کرتے ہیں اور پھر آیات کو اپنے مطلب کے معنی پہنانے لگتے ہیں۔ کچھ ہی انداز ان حنابلہ جدیدہ نے اپنایا ہے۔ شروع میں چند احادیث کو ہدف بنایا جاتا ہے، پھر انکار حدیث کا دائرہ وسیع تر ہوتا جاتا ہے۔ ہم نے گزشتہ صفحات میں عرض کیا تھا کہ یہ یہاں ہی نہیں ٹھہریں گے بلکہ اپنے پیشرووں عبد اللہ چکرا لوی اور پرویز وغیرہ کے نقش پا ہی کو جادو منزل بنائیں گے۔ انکا یہ کتابچہ اس کا بین ثبوت پیش کرتا ہے۔

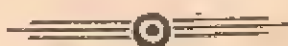
قارئین، ہم نے ان صفحات میں موصوف کے کتابچہ کا حاصل مطالعہ آپ کے سامنے پیش کیا ہے جس میں انکی فریب کارانہ روش، اللہ اور اسکے رسول کی شان میں گستاخی، ان پر بے باکانہ اتہام طرازی، آیات قرآنی کی تحریف اور باطل تاویل، احادیث نبویؐ کا صریح انکار اور علم حدیث کی مضحکہ خیزی، اصول حدیث سے لاعلمی اور عدم واقفیت کے علی الرغم احادیث پر ”محدثانہ شان“ سے تبصرے کا بے باکانہ انداز اور انتہائی جہالت و ہٹ دھرمی سے صحیح احادیث کو جھٹلانا اور بزعم خویش خلاف قرآن قرار دے کر مسترد کرنا، آیات قرآنی کا مذاق اڑانا، ان تمام پہلوؤں پر انکے کتابچے کے اقتباسات کی روشنی میں مختصراً تبصرہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ دوسرے منکرین کی طرح موصوف نے بھی جگہ جگہ مختلف آیات قرآنی کا محل و بے محل استعمال کر کے غلط بحث کے ذریعے لوگوں کو درغلانے، دھوکہ دینے اور گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے، ہم نے ان کے کتابچے کے حوالوں سے ہی اسکی بھی نشاندہی کر دی ہے۔ ہماری اس تمام کوشش کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ حق اور باطل الگ الگ کر دیا جائے، حق حق اور باطل باطل ثابت کر دیا جائے۔

لِيَحِقَّ الْحَقُّ وَيُطْلَ الْبَاطِلُ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ (الانفال ۱۸)

”تاکہ حق حق (ثابت) ہو جائے اور باطل باطل، خواہ مجرموں کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔“

اور اس طرح مخلص مومن اللہ کی تائید و نصرت سے شیطان کی فریب کاری سے محفوظ رہیں اور باطل کا ذوق رکھنے والوں پر اتمام حجت ہو جائے۔

ربنا لا ترغ قلوبنا بعد اذ هدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب



عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْتَنِبُوا الْمُؤَبَقَاتِ الشِّرْكَ بِاللَّهِ وَالسَّحَرِ۔  
(بخاری کتاب الطب)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک اور جادو کرنے سے بچو جو کہ برباد کر دینے والی چیزیں ہیں۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِنَ النُّجُومِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِّنَ السَّحَرِ زَادَ مَا زَادَ۔  
(ابوداؤد)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے علم نجوم کا ایک حصہ حاصل کیا اس نے جادو کی ایک شے حاصل کی جس نے اس سے زیادہ کیا اس نے اس سے زیادہ جادو حاصل کیا۔